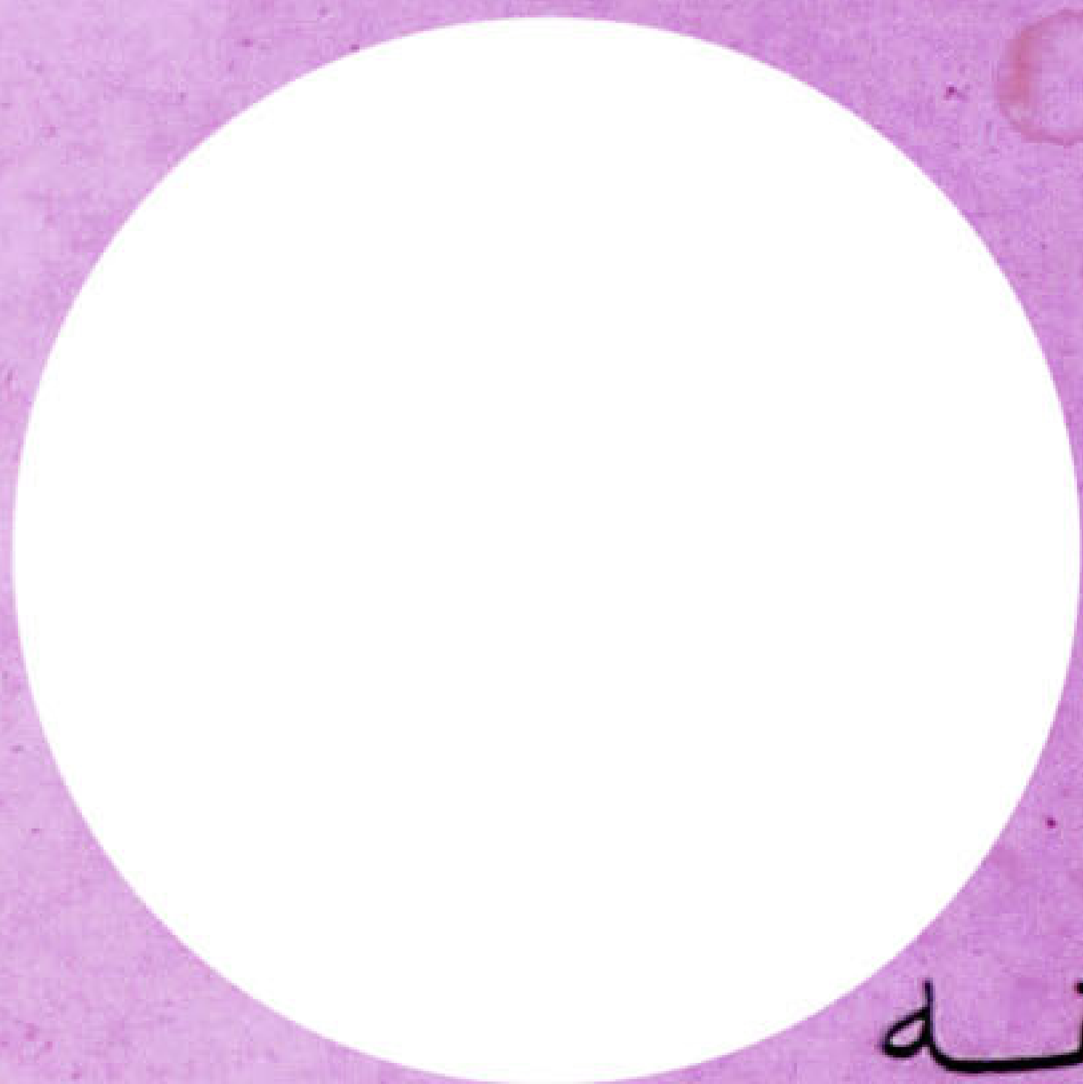
افضل الرسل



مصنفہ

سراج الملّة حضرة پیر سیّد محمد حسین شاہ علی پوری

مجدِّد اکیڈمی برج کلاں ضلع قصور

کتاب	افضل الرسل
مصنّف	سراج الملّۃ سید محمد حسین علی پوری
کاتب	مولانا شاہ محمد چشتی، محلہ محمود پورہ قصور
پروف ریڈنگ	محمد صادق قصوری
سالِ طباعت	۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء
ناشر	مجدّد اکیڈمی، برج کلاں ضلع قصور
صفحات	۱۵۲
تعداد	۵۰۰
طابع	ایم۔ نیر قاضی۔ ملی پرنٹرز۔ ۹ سرکلر روڈ۔ لاہور
قیمت	-/۱۰ روپے

حرفِ آغاز

از : محمد صادق قصوری

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارک پر آج تک دنیا کی ہر زبان میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جائیں گی مگر پھر بھی یہ پاکیزہ موضوع تشنہ ہی رہے گا کیوں کہ جس ذاتِ ستودہ صفات کی مدح و ستائش میں خداوندِ قدوس رطب اللسان ہو، بھلا انسان کی کیا مجال کہ اس کی ثنا کا حق ادا کر سکے، اسی لیے تو غالب نے کہا تھا۔ ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

بہر حال ہر ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہمت و بساط کے مطابق مختلف انداز اور مختلف رنگوں میں سیرتِ مبارکہ کی کتابیں لکھ کر عقیدت و محبت کے پھول پیش کیے ہیں مرشدی و مولائی، سیدی و سندی حضرت سراج الملت پیر سید الحاج حافظ محمد حسین شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زیرِ نظر کتاب لکھ کر باعثِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے اور اپنی تمام تر سعی و کاوش کے باوجود سعدی کی زبان میں اپنے عجز کا اظہار بھی کیا ہے۔ ؎

چہ وصف کند سعدیٔ ناتمام
علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام

حضرت سراج الملت کی یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور میں قسط وار شائع ہوئی اور بعد ازاں اسے کتابی صورت میں چھپوا دیا گیا۔ پہلا اڈیشن ختم ہونے کے بعد ۱۹۶۲ء میں اسے حضرت مولانا غلام رسول گوہر اڈیٹر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور نے دوبارہ شائع کروایا۔ اب یہ کتاب بالکل نایاب ہو چکی تھی لہٰذا اسے تیسری دفعہ آفسٹ طباعت اور اعلیٰ کاغذ پر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عوام و خواص

اس نادر کتاب سے استفادہ کر سکیں۔ اس دفعہ ہم نے کوشش کی ہے کہ گزشتہ ایڈیشنوں کی اغلاط کو دور کیا جائے مگر پھر بھی ہم اپنے عجز و انکسار کا اعتراف کرتے ہوئے ہر قسم کی غلطی کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ قارئین کے مطلع فرمانے پر آئندہ ایڈیشن میں تلافی کر دی جائے گی۔

اس کتاب میں دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سابقین سے افضل ہیں۔ آپ کے افضل ہونے کے دلائل دو طرح کے بیان کئے گئے ہیں

۱ ۔ وہ تمام فضائل و کمالات جو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ تمام انبیاء کرام کو عطا فرمائے ہیں وہ سب کے سب آپ کی ذات ستودہ صفات میں جمع فرما دیئے ہیں اور اس حقیقت کو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کمالات کے علاوہ خصوصی طور پر آپ کو ایسے کمالات صوریہ و معنویہ کے ساتھ نوازا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی اور رسول کو وہ عطا نہیں ہوتے۔ وہ آپ نے مستند اور معتبر کتابوں سے جو متداول بین العلماء ہیں، اردو میں ترجمہ کر کے کتاب ہذا میں درج کر دیئے ہیں تاکہ اردو خواں اور معمولی پڑھے لکھے آدمی بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم سے آگاہ ہو سکیں۔ آپ کے خصائص اگرچہ بے حد و حساب ہیں مگر اس کتاب میں جس قدر معرض تحریر میں آ گئے ہیں، ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کی ایک ایک جھلک خوب اچھی طرح دیکھی جا سکتی ہے۔

اس کتاب کا اسلوب بیان اگرچہ نہایت سادہ اور عام فہم ہے اور عربی و فارسی عبارتوں کی حلوہ گری نہیں ہے مگر قاری اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ کتاب اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے لفظ لفظ سے پھوٹتے ہیں اور تشنہ دلوں کو سیراب کرتے ہیں۔ آخر میں محترم پروفیسر سید خورشید حسین بخاری مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے اس کتاب پر گرانقدر پیش لفظ تحریر فرما کر اس کی افادیت کو دو چند

کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہمیں اس کتاب کو پڑھ کر عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ میں غرق کرے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۵ر شوال المکرم ۱۳۹۷ھ
۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۷ء
بروز سوموار

کفش بردارِ شیخ
محمد صادق قصوری
بُرج کلاں ضلع قصور (پاکستان)

قطعۂ تاریخ اشاعتِ افضل الرسل

(از حضرت قمر یزدانی صاحب، پنوانہ ضلع سیال کوٹ)

(۱) "آفتابِ چرخِ رسالت"
۱۹ ۷۸

(۲) تصنیفِ دلنواز ہے یہ افضل الرسل — کہتے ہیں اہلِ عشق ذکرِ مصطفےٰ اسے
تجھ کو اگر ہو سالِ طباعت کی جستجو — کہہ دے قمر فضائلِ خیر الوریٰ اسے
۱۳ ھ ۹۸

(۳) "ثنا گوئے نبی ذی احترام"
۱۹ ء ۷۸

جمالِ نظر

از : جناب قمر یزدانی ۔ پنوانہ (سیالکوٹ)

حسن و جمالِ ماطغیٰ ہے "افضل الرسل" — شرحِ کمالِ قدرائی ہے "افضل الرسل"

شرحِ منیر آیۂ "تلک الرسل" ہے یہ — نعتِ رسولِ دوسرا ہے "افضل الرسل"

آئینۂ جمالِ محمد ہے یہ کتاب — تنویرِ حسنِ مصطفےٰ ہے "افضل الرسل"

سرمایۂ مسرتِ اربابِ عشق ہے — نورِ نگاہِ اصفیاء ہے "افضل الرسل"

تحریر نور بیز ہے شرحِ بیانِ حق — گویا خزینہ نور کا ہے "افضل الرسل"

حاصل ہیں جس سے قلب و نظر کو لطافتیں — وہ نسخۂ حیات زا ہے "افضل الرسل"

ظاہر ہے شانِ معنیٔ طٰہٰ بخطِ نور — عکسِ جمالِ مجتبیٰ ہے "افضل الرسل"

ہر لفظ اس کا مظہرِ والشمس بے گمان — واللہ ثنائے مصطفےٰ ہے "افضل الرسل"

دل ہے فروغِ حسنِ معانی سے تابدار — تفسیرِ لفظِ والضحیٰ ہے "افضل الرسل"

حاصل ہے اس سے دولتِ ایمان و آگہی — یعنی متاعِ بے بہا ہے "افضل الرسل"

پائیں گے جس سے اہلِ وفا منزلِ مراد — وہ شمعِ جادۂ ہدیٰ ہے "افضل الرسل"

وابستہ جس سے فکر و نظر کی ہے آبرو — وہ اک مرقعِ علم کا ہے "افضل الرسل"

تسکین فزائے قلب، جمالِ نظر ہے یہ — دلکش، حسین و خوشنما ہے "افضل الرسل"

پتھر کو بھی گہر کرے جس کا اثر قمر!
وہ اک دوائے کیمیا ہے "افضل الرسل"

مختصر حالاتِ مصنّف

از: محمد صادق قصوری

سراج الملۃ حضرت پیر سید محمد حسین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۸۷۶ء میں علی پور سیداں (سیالکوٹ) میں ہوئی۔ والد ماجد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدثِ علی پوری قدس سرہ اپنے دور کے ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم علی پور شریف میں حاصل کی پھر مولانا نور احمد امرتسری علیہ الرحمہ سے اکتساب کیا۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور فلسفہ کی تکمیل آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی میں کی اور اسی مدرسے سے سندِ فراغت حاصل کی۔

تحصیلِ علم کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف کے مہتمم اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کو عربی و فارسی پر مہارتِ تامہ حاصل تھی، تحریر و تقریر میں اہلِ زبان کی طرح ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت پر بڑے بڑے علماء و فضلاء کو حیرانی ہوتی تھی اور آپ کا اندازِ تدریس سہل اور ایسا جامع ہوتا کہ فوراً طالب علموں کی سمجھ میں آجاتا۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور ان کی رحلت پر اپنے والد ماجد امیرِ ملت قدس سرہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ امیرِ ملت کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ کی علمی شہرت کی دھوم مچ گئی اور ہزاروں لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

آپ نے حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کے شانہ بشانہ تمام دینی، ملی اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ فتنۂ ارتداد، تحریکِ خلافت، ساردا ایکٹ، تحریکِ شہید گنج اور تحریکِ پاکستان وغیرہ میں بھرپور کردار ادا کیا، فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں عرصہ تک آگرہ میں رہ کر ہزاروں ہندوؤں کو داخلِ اسلام کیا۔ تحریکِ شہید گنج میں والدِ گرامی کے شانہ بشانہ کام کیا اور اس تاریخی جلوس میں نمایاں حصہ لیا جو حضرت امیرِ ملت قدس سرہ کی زیرِ قیادت ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو ننگی تلواروں کے ساتھ نکلا اور انگریز کے اوسان خطا ہو گئے۔

تحریکِ پاکستان کا دور آیا تو رات دن ایک کرکے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں یارانِ طریقت

اور عامۃ المسلمین کو تحریکِ پاکستان کا ہمنوا بنایا ۱۹۴۶ء کے الیکشن کے دوران ضلع رہتک میں مسلم لیگی امیدوار کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا، پھر ضلع فیروزپور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ کے حلقۂ انتخاب میں ان کی کامیابی کے لئے دورے فرمائے پھر قصور میں میاں افتخار الدین کے حلقہ میں بھرپور کام کیا چنانچہ خدا کے فضل سے یہ تینوں امیدوار کامیاب ہو گئے۔

جب پیر صاحب مانکی شریف (امین الحسنات علیہ الرحمہ) نے مانکی شریف میں قائدِ اعظم کی دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد فرمایا تو اس تاریخی جلسہ کی صدارت کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا اور اس جلسہ میں آپ نے حضرتِ امیرِ ملت کی طرف سے قائدِ اعظم کو تحائف بھی پیش کئے۔

انتہائی عدیم الفرصت ہونے کے باوجود کئی ایک تصانیف آپ سے یادگار ہیں، ان میں سے صرف "افضل الرسل" ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہو کی جو بڑے بڑے علماء و فضلاء سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے، علاوہ ازیں آپ مختلف رسالوں (خصوصًا انوار الصوفیہ) میں بلند پایہ مضامین بھی لکھتے رہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ / ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز سوموار قریبًا ساڑھے پانچ بجے شام بعمر ۸۳ سال علی پور سیداں میں ہوئی اور والدِ ماجد کے پہلو میں زینت بخشِ مرقدِ انور ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جناب غلام جیلانی کلیم حیدرآبادی نے یہ مادہ ہائے تاریخِ وصال نکالے ہیں:-

بالفلک موت العالِم موت العالَم — آہ! عالیجاہ مفتیٔ اعظم سید محمد حسین
۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

آپ کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

۱۔ سیرتِ امیرِ ملت — از سید اختر حسین شاہ — (مطبوعہ)
۲۔ مشائخِ نقشبند — از محمد صادق قصوری — (زیرِ طبع)
۳۔ تکملہ تذکرہ مشائخِ نقشبندیہ — " — (مطبوعہ)
۴۔ خلفاءِ امیرِ ملت — " — (زیرِ طبع)
۵۔ اکابرِ تحریکِ پاکستان، حصہ دوم — " — (زیرِ طبع)

پیش لفظ

جناب پروفیسر سید خورشید حسین بخاری، شعبہ فارسی، گورنمنٹ گورونانک ڈگری کالج ننکانہ صاحب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ مِنْ یَّوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ

(یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام کیا۔ اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیہ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے درجات و مراتب جداگانہ ہوتے ہیں اور بعض کے درجات بہت بلند اور افضل ہیں۔ اگرچہ کیفیت نبوت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں وصف نبوت مشترک ہوتا ہے لیکن خصائص و کمالات کے لحاظ سے ان کے درجات میں فرق ضرور ہوتا ہے چنانچہ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور نبی کریم رؤف رحیم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا حافظ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"وہ حضور پرنور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کہ آپ کو بدرجات کثیرہ تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ آیت میں حضور کی اس رفعت منزلت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی۔ اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علوئے شان کا اظہار مقصود ہے۔ کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام

پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذاتِ اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پا سکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ خصائص و کمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق و افضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا، درجوں بلند کیا۔ ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی۔ تو اب کون حد لگا سکتا ہے۔ ان بے شمار خصائص میں سے بعض کا اجمالی و مختصر بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے۔ تمام کائنات آپ کی امت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا دوسری آیت میں فرمایا لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا مسلم شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلَائِقِ كَآفَّةً اور آپ پر نبوت ختم کی گئی۔ قرآن پاک میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا خُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ۔ آیاتِ بینات و معجزاتِ باہرات میں آپ کو تمام انبیاء پر افضل فرمایا گیا۔ آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا اور شفاعت کبریٰ آپ کو مرحمت ہوئی۔ قربِ خاص معراج آپ کو ملا۔ علمی و عملی کمالات میں آپ کو سب پر اعلیٰ کیا۔ اور اس کے علاوہ بے انتہا خصائص آپ کو عطا ہوئے (مدارک، جمل، خازن، بیضاوی وغیرہ)" [1]

اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۲۱/۱۰۷ (اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے) کی تفسیر کرتے ہوئے بھی مفسرین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت عام ہے اور سب کے لیے ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر ذی روح ہو یا غیر ذی روح، ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول، آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہو یقیناً وہ تمام جہانوں سے افضل ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر آپ کی تعریف و توصیف بیان فرمائی اور آپ

---

[1] کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان علیٰ کنزالایمان مطبوعہ چاند کمپنی (رجسٹرڈ) کشمیری بازار، اردو بازار لاہور (پاکستان) حاشیہ ص ۶۱۰۔

کی علو شان و رفعتِ مرتبہ کا ذکر فرمایا ہے۔ ؎۱

یہ عام قاعدہ ہے کہ حبیب کو اپنے محبوب سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی اور دونوں میں کسی قسم کا پردہ نہیں ہوتا اور حبیب اپنے محبوب کی ہر بات ہر ادا اور ہر اشارہ کا احترام کرتا ہے۔ اور اس پر سو جان سے فدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اتنی پیاری ہے کہ اظہارِ احترام کے طور پر وہ اکثر مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کی قسم کھاتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (۱۵/۷۲)

(اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں)

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کی قسم کھاتا ہے:

وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ (۴۳/۸۸)

(مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے)

اور کبھی مکہ مکرمہ کی قسم صرف اس لیے کھاتا ہے کہ اس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (۹۰/۱)

(مجھے اس شہر کی قسم کہ محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو)

حبیب اور محبوب میں دوریاں مٹ جانے کے بعد وہ یک جان دو قالب ہو جاتے ہیں۔ ان میں فرق من و تو مٹ جاتا ہے۔ حبیب یہ چاہتا ہے کہ اس کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب کا ذکر بھی کیا جائے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے محبوب کی تعریف و توصیف بیان کرے۔ کیوں کہ اسے اپنے ذکر کی نسبت اپنے محبوب کا ذکر زیادہ پسند ہوتا ہے اور اسی لیے

؎۱ ملاحظہ ہوں آیات قرآنی
۲/۸۹، ۹۰، ۱۴۴، ۱۴۶، ۲۵۲، ۹۹، ۳/۱۶۴، ۸۱، ۱۰۱، ۱۰۲، ۴/۶۵، ۱۱۳، ۵/۱۵، ۶۷، ۶/۳۸، ۶۱، ۷/۱۵۷، ۸/۲۴، ۹/۶۱، ۱۲۸، ۱۰/۲۹
۱۵/۷۲، ۸۷، ۱۷/۷۹، ۱۸/۲۹، ۲۰/۱۱۴، ۲۲/۳۵، ۹۲، ۲۶/۱۹۳، ۱۹۴، ۳۳/۳۰، ۵۳، ۵۶، ۴۰، ۴۶، ۴۸، ۴۴/۵۸، ۴۹/۲، ۳، ۵۳/۱، ۲، ۳، ۷، ۸، ۹، ۱۰
۵۵/۱، ۲، ۶۱/۱، ۶۶/۲، ۶۵/۱۰، ۱۱، ۶۸/۴، ۵۲، ۷۲/۲۶، ۲۷، ۷۳/۱، ۷۴/۱، ۸۰/۲۴، ۸۲/۱۹، ۸۸/۲۱، ۹۳/۱، ۲، ۴، ۹۴/۱، ۴،
۱۰۸/۱

اس کی خوشی مضمر ہوتی ہے۔ یہی کیفیت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اللہ تعالےٰ کو یہ منظور تھا کہ جس نور کو میں نے روزِ ازل میں تخلیق کیا۔ اور جس کا نامِ نامی اسمِ گرامی عرش پر لکھا گیا تھا اس کا ذکرِ خیر ہمیشہ میرے نام کے ساتھ ہو۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو کبھی اطاعتِ خدا کہا[1] اور کبھی کہا کہ رضائے مصطفیٰ میں ہی رضائے رب العلمین پوشیدہ ہے[2]۔ اور اپنے محبوب کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ دائمی بنا دیا چنانچہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴/۴) کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے یہی کہا ہے۔ کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اس کے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔ چنانچہ اذان ہو یا تکبیر تشہد ہو یا خطبہ ہر خطیب اور ہر تشہد پڑھنے والا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ضرور کہتا ہے۔ اس طرح جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے وقت اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں وہاں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرکے آپ کی رسالت کی گواہی بھی دیتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو اُن کی عبادت و ریاضت بے کار ہے یہ سب باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا واضح ثبوت ہیں۔ کہ کسی دوسرے نبی کے لیے یہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود بھی اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدام درود بھیجتا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (۳۳/۵۶) (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو) اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہوں آیات قرآنی پ ۴: ۱۳، ۱۴، ۵۹، ۸۰، ۱۵۰، پ ۵: ۳۳، ۵۵، پ ۸: ۱، ۱۳، ۲۰، ۲۴، پ ۹: ۱، ۳، ۱۲، ۲۹، ۵۹، ۶۳، ۷۱، ۷۴، ۹۰، ۲۴/۲۲، ۳۳/۵۷، ۴۹/۱

[2] ملاحظہ ہوں آیات قرآنی ۲/۱۴۴، ۳/۳۱، ۴/۶۴، ۸۰، ۸/۱، ۲۴، ۹/۵۹، ۳۳/۵۶، ۴۸/۱۰، ۱۸، ۵۳/۳، ۶۳/۵، ۸، ۹۳/۵، ۱۰۸/۱

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے ہر پہلو پر ــــــــ کیا بلحاظِ نظم و نثر اور کیا بلحاظِ زبان ــــــــ آج تک جتنا کچھ لکھا گیا ہے، دنیا کے کسی بھی نبی، کسی بھی مصلح اور کسی بھی مجدد کے بارے میں اتنا نہیں لکھا گیا۔ اور آپ کی ذاتِ گرامی اس قدر عظیم ہے کہ جس کی خدا خود تعریف کرے انسانی زبان اور انسانی قلم سے کیوں کر بن پڑے یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جانے کے باوجود آپ کی شخصیت کے کسی ایک پہلو کو بھی کماحقہٗ بیان نہیں کیا جا سکا۔ اور اس حقیقت کو حافظ شیرازی نے کس خوبصورتی سے واضح کیا ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر　　　من وجہک المنیر لقد نوّر القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کے باوجود بھی ہر دور میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار اہلِ ایمان اپنی اپنی بساط کے مطابق سیرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہے ہیں۔ ان کے موضوعات متنوع رہے ہیں۔ بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو موضوع بنایا ہے۔ بعض نے معجزاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خامہ فرسائی کی ہے۔ بعض نے سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکّی مدنی زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔ بعض نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسکری و سیاسی زندگی پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ غرض کہ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است' کے مصداق ہر مؤلف کا موضوع اور اندازِ بیان اپنے جلوسِ تنوع لیے ہوتے ہے۔ اس کے باوجود سیرتِ پاک کا موضوع ایسا ہے کہ اس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

زیرِ نظر کتاب "افضل الرسل" کے فاضل مؤلف جناب حضرت سراج الملت والدین سید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرہٗ (متوفی ۶ جمادی الاوّل ۱۳۸۱ھ / ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بعمر ۸۳ سال) برصغیر پاک و ہند کے نامور خدا رسیدہ بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ برصغیر کے ممتاز روحانی پیشوا جناب حضرت امیرِ ملت قیّومِ زماں سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے صاحبزادے تھے۔ اور حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کے بعد منسوبلین سلسلہ

کی خصوصاً اور مسلمانانِ برصغیر کی عموماً رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ فنافی الرسول ہو چکے تھے۔ اور شریعت نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مکمل پیروی کرتے تھے۔ ارادتمندوں اور دیگر معتقدین کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کے اسی جذبے نے آپ کو "افضل الرسل" لکھنے پہ آمادہ کیا۔ چنانچہ کتاب کی ابتداء میں فرماتے ہیں:-

"باوجود اس امر کے یہ کو قطعی علم ہے کہ ہم سے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی اوصافِ جلیلہ کا شمہ بھی بیان نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی ہماری طبیعت کو چین نہیں آتا جب تک کہ ہم بھی اپنی ہمت قاصر کے مطابق پیارے محبوب کی شان میں گیت گا کر اپنے دل و زبان کو پاک کر کے فلاح حاصل نہ کریں۔ کیوں کہ منبع اخلاق حمیدہ، معدنِ اوصاف برگزیدہ کے حق میں جب خود احکم الحاکمین بار بار اپنی مختلف کتب میں مدح سرائی فرما رہا ہے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر اس کی صفت و ثنا میں دن رات زبان و دل کو معطر کر کے اس کی اُمت میں شامل ہونے کی تمنا اور آرزو کرتے ہوتے واصل باللہ ہو گئے ہیں۔ اور اکابر عارفین و ائمہ دین اپنی اپنی ہمت کے مطابق پیارے نبی کی فضیلت کا راگ گا کر حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہیں۔ تو پھر اگر ہم بھی تقلیداً اس طریقِ سابق پہ چل کر اپنے لیے فلاح حاصل نہ کریں تو ہمارے لیے ضرور افسوس ہو گا۔" [1]

اس کتاب میں جیسا کہ قاری کو مطالعہ سے معلوم ہو گا، فاضل مؤلف نے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ پاک کے کسی گوشے یا آپ کی عسکری و سیاسی زندگی یا بعثتِ نبوی کی غرض و غایت پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔ بلکہ فاضل مؤلف نے ایک اچھوتا موضوع منتخب کیا ہے اور وہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انبیائے ماسبق پر فضیلت

---

[1] افضل الرسل ص۲

کا اثبات یعنی یہ ثابت کیا جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے انبیائے کرام پر کیوں اور کس طرح سبقت اور فضیلت حاصل ہے۔ نفسِ مضمون کی مناسبت سے ہی اس کا نام "افضل الرسل" رکھا گیا جو بالکل موزوں و مناسب ہے۔ اس موضوع پر اگرچہ عربی اور بعض دوسری زبانوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اوّل تو یہ کتب کافی ضخیم ہیں۔ اور دوسرے غیر ملکی زبانوں میں ہونے کی وجہ سے اردو خوان طبقہ کا ان سے استفادہ کرنا بھی آسان کام نہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ برصغیر کے اردو دان طبقہ کے لیے اس موضوع پر اردو میں لکھا جاتا۔ چنانچہ فاضل مؤلف نے اسی خیال کے پیش نظر ۱۹۱۲ء میں مضامین کا ایک سلسلہ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" لاہور میں بالاقساط شروع کیا تھا۔ عرصہ دراز تک کتاب کا متن مذکورہ مجلہ کے اوراق ہی کی زینت بنا رہا۔ تا آنکہ اسی مجلہ کے ایک ایڈیٹر مولانا غلام رسول گوہر نے اوراق کو ۱۹۶۲ء میں کتابی صورت دے کر حلیۂ طباعت سے آراستہ کیا۔ بلاشبہ اردو زبان میں یہ ایک اچھوتا موضوع ہے۔

جس دور میں یہ مضامین لکھے گئے وہ زمانہ برصغیر میں سیاسی لحاظ سے بہت نازک تھا ہندوؤں کی یہ کوشش تھی کہ انگریزوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو اقتصادی، معاشی، سیاسی اور مذہبی ہر لحاظ سے کچل دیا جائے۔ اور انگریزوں کی بھی یہ خواہش تھی کہ وہ ہندوستان سے اثر و رسوخ کو ختم سمجھتے اور مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو قطعی طور پر مٹا ڈالے۔ چنانچہ اس دور میں ولیم منٹر اور ڈاکٹر میور وغیرہ ایسے متعصب مستشرقین نے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کتابیں لکھی تھیں۔ ان مستشرقین کا رویہ انتہائی تعصب کا مظہر تھا۔ ان مستشرقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر بعض نازیبا حملے بھی کیے تھے۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو دوسرے انبیائے کرام کے مقابلے میں کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایسی کوشش برصغیر کے بعض ہندو مصنفین نے بھی کی تھی جو بعد میں اپنے کیفر کردار کو پہنچے ——— "افضل الرسل" انہی مستشرقین کا جواب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اکثر جگہ فاضل مؤلف نے ان مستشرقین کے بیانات نقل کرکے ان کا جواب بھی دیا ہے۔ اور ان کے تعصب کا پول کھولا ہے۔

"افضل الرسل" میں فاضل مؤلف نے مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذشتہ تمام انبیائے سے افضل و اعلیٰ ہیں کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ تو ان دلائل پر مشتمل ہے جن سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جتنے فضائل و کمالات انبیائے سابقین (علیہم السلام) کو عطا فرماتے تھے۔ وہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیتے اور دوسرے حصے میں ان دلائل کا بیان ہے جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کمالات کے علاوہ بھی اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے کمالات و فضائل عطا فرماتے ہیں۔ جو انبیائے سابقین میں سے کسی بھی نبی کو ودیعت نہیں کیے گئے۔

فاضل مؤلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام پر افضلیت ثابت کرنے کے لیے بے شمار دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور ان میں سے کوئی دلیل بھی ایسی نہیں، جسے کسی طرح بھی رد کیا جا سکے۔ یہ دلائل جہاں فاضل مؤلف کے جذبہ ایمانی کا مظہر ہیں، وہاں یہ اُن کے تبحر علمی، دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ بھی دیتی ہیں۔ فاضل مؤلف نے بڑی محنت کے ساتھ عربی، فارسی اور انگریزی کتب کے مطالعے کے بعد یہ دلائل فراہم کیے اور انہیں اس سلیقے سے ترتیب دیا کہ یہ اُن کی شہرت عام اور بقائے دوام کا باعث بن گئے۔

فاضل مؤلف نے یہ مضامین ۱۹۱۲ء میں لکھے تھے۔ اس دور کی زبان اور آج کی زبان میں قدرے فرق ضرور ہے۔ اس زمانے میں تحریر و تقریر میں عربی فارسی کے الفاظ بلا تکلف استعمال ہوتے تھے۔ اگرچہ ادبی نگارشات میں عربی فارسی کے مغلق الفاظ، پیچیدہ تراکیب، دور از کار تشبیہات، مقفع مسجع جملوں اور ناقابل فہم عبارتوں سے گریز کیا جانے لگا تھا لیکن مذہبی حلقوں میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ابھی یہاں تحریر و تقریر میں عربی فارسی کے مشکل الفاظ اور مرکبات لفظی ضرور استعمال ہوتے تھے لیکن اس قدر زیادہ نہیں کہ عبارت کو ناقابل فہم بنا دیں۔ چنانچہ "افضل الرسل" میں بھی اکثر و بیشتر مقامات پر عربی فارسی کے مشکل الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثلاً سخت عبادت کے لیے احمر ہائے اشند ہا درست کیلئے

سلیمہ، مشکل کے لیے انسق، اندازہ کے لیے کمیت اور رشک کے لیے غبطہ وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن اس قسم کے مشکل الفاظ بہت ہی کم ہیں۔ اتنے زیادہ نہیں کہ طبیعت پہ بوجھ بن جائیں۔ بلکہ یہ الفاظ انگوٹھی میں نگینہ کی حیثیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری اس کتاب کو پڑھنے میں بہت لطف محسوس کرتا ہے۔ چونکہ کتاب میں دلائل و براہین سے نفسِ مضمون کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ایسے موقع پہ زورِ بیان کا پیدا ہو جانا یقینی بات ہے۔ اس لیے زیرِ نظر کتاب میں بھی خطیبانہ انداز دکھائی دیتا ہے۔ بعض جگہ جملے چھوٹے چھوٹے ہیں اور بعض جگہ طویل۔ بعض جملوں میں الفاظ کی تکرار موجود ہے اور بعض جملوں میں مقفع و مسجع عبارت کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ اس انداز نے عبارت کی دلکشی اور زور کو دوبالا کر دیا ہے۔

اندازِ بیان، نفاستِ استدلال اور لطافتِ عبارت نے بلاشبہ کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ فاضل مؤلف کی الفاظ پہ پوری گرفت ہے۔ وہ الفاظ کا بے جا استعمال نہیں کرتے۔ ان کے یہاں کوئی لفظ بھی فالتو نظر نہیں آتا۔

مذہبی معاملات بہت نازک ہوتے ہیں۔ یہاں معمولی سی لغزش بے پایاں خسران و ذلت کا باعث بن سکتی ہے اور جب بات مذہبی پیشواؤں کی ہو اور وہ بھی اتنی نازک کہ ایک مؤلف اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حق میں دلائل دے کہ انہیں دیگر انبیائے سابقین پہ افضل ثابت کرے تو اس میں جذباتیت کا پیدا ہو جانا یقینی امر ہے لیکن "افضل الرسل" کے فاضل مؤلف کے یہاں ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ جذباتیت سے بالاتر رہ کر نہایت سلیقہ، ہوش اور دانشمندی سے دلائل دیتے ہیں۔ ان کو دلائل علمی ہیں اور اتنے ٹھوس ہیں کہ رد کرنا تو کجا ان سے اختلاف بھی ناممکن ہے۔ ان کے یہاں افراط ہے نہ تفریط۔ وہ انبیائے سابقین کا پورا پورا ادب کرتے ہیں اور کسی موقع پہ بھی ادب کا دامن نہیں چھوڑتے انہیں یہ معلوم ہے کہ کتاب کے نفسِ مضمون پہ بعض حضرات اعتراض کر سکتے ہیں۔ اسی لیے وہ ایک سچے اور سیدھے سادھے مسلمان کی طرح بڑی صاف گوئی کے ساتھ کتاب کے آخر میں ایک مقام پہ لکھتے ہیں:-

"حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت سب انبیائے کرام اور ملائکہ عظام پر ثابت کرنے سے ہماری غرض نعوذ باللہ توہینِ انبیاء و تنقیصِ رُسل نہیں۔ ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ کیا یہ جماعت برگزیدگان درجہ و رتبہ میں مساوی ہے۔ یا کہ ان میں بھی بلحاظِ کمالات و برکات تفاوت ہے۔ جہاں تک قرآن مجید و احادیث شریف اور واقعات خارجیہ نے ہماری راہنمائی کی ہے بنظرِ تحقیق و تدقیق واضح ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات سے کمالات و اخلاق و حسنات میں اعلیٰ و افضل ہیں چنانچہ مخالفین اسلام بھی اپنی کتب میں اسی امر کے واقعات کے دیکھنے سے صحیح شہادت دینے پر مجبور ہوئے ہیں عقائدِ اہلِ سنت والجماعت کے مطابق سب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نورٌ علیٰ نور اور واجب التعظیم ہونے کے علاوہ ہمارے مقتدا و پیشوا ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی یا بے ادبی یا توہین و تنقیص کا جائز رکھنا موجبِ لعنتِ خداوندی اور خسران و ذلت ہے۔ اور ان کی اتباع ان کی محبت باعثِ خوشنودیٔ رب العالمین ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بنی آدم کے سردار کا اپنا مرتبہ ہے۔ اور دیگر حضرات کا اپنا درجہ۔ اس کے فضائل و محاسن جدا ہیں اور ان کے برکات و حسنات جدا ہیں" [۵۱]

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"انبیائے کرام اوصافِ حسنہ اور اخلاقِ حمیدہ سے موصوف ہیں۔ اور فضائل و کمالات سے مزین ہونے کے علاوہ ہمارے رہنما اور واجب التعظیم بزرگ ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سب حضرات ایک نہ ایک صفتِ خاصہ سے خاص طور پر ممتاز و مشہور تھے . . . . . . ان حضرات پر فضائل حمیدہ و خصائلِ برگزیدہ میں سے ایک ایک صفتِ خاص جو غالب تھی وہ

---

[۵۱] افضل الرسل ص ۱۳۰ - ۱۳۱

سب ... خدا کے حبیب ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کلّی طور پہ موجود تھے . . . . چنانچہ آپ کے کئی اوراد و اقعات سے معائنہ کرا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب اوصافِ جلیلہ و اخلاقِ جمیلہ کے حاوی تھے جو کہ دیگر حضرات میں انفرادی طور پہ جمع تھے۔ اسی لیے آپ کو سید المرسلین امام النبیین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔" ؎۲

جیسا کہ بیان ہوا، یہ کتاب مضمونِ مسلسل کی صورت میں "افضل الرسل" کے عنوان سے ہی ۱۹۱۲ء میں ماہنامہ "انوار الصوفیہ" لاہور میں چھپتی رہی۔ اور اسے پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء میں کتابی صورت میں مولانا غلام رسول گوہر نے شائع کیا۔ یہ اڈیشن جلدی ہی ختم ہو گیا۔ اس وقت سے اب تک اس کی اشاعتِ مکرر تعویق میں پڑی رہی۔ لیکن اب محبّی جناب محمد صادق قصوری زید مجدہٗ نے اس کی اشاعتِ ثانیہ کا بیڑا اٹھایا۔ آپ مستعلیق شخصیت کے مالک ہیں علم و ادب سے ان کی دلچسپی فطرتی ہے۔ ان کی مختلف تصانیف و تالیفات اور بے شمار مضامین طبع ہو کر اہلِ علم میں مقبول ہو چکے ہیں۔ وہ جس انہماک اور جانکوشی سے علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں وہ ہمارے نوجوان محققین اور لکھنے والوں کے لیے قابلِ تقلید ہے ان کی تحریر میں جان اور تحقیق و تنقید میں توازن ہے۔ ان کی معرکۃ الآرا تالیف "اکابر تحریکِ پاکستان" حصہ اول گذشتہ سال طبع ہو کر قارئین و ناقدین سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔ ان کی تازہ تالیف "حضرت امیرِ ملت اور ان کے خلفا" بھی چھپ چکی ہے۔ جو برصغیر کے معروف روحانی پیشوا حضرت امیرِ ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ اور ان کے جلیل القدر خلفا کے سوانح اور کارناموں پر مشتمل ہے۔ نئی تصانیف و تالیفات کے ساتھ ساتھ وہ پرانی نادر و نایاب کتابوں کو بھی دوبارہ عمدہ طباعت سے آراستہ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس سے قبل وہ ارکانِ دین مؤلفہ مفتی محمد مظہر اللہ شاہ . . . وغیرہ شائع کر چکے ہیں اب وہ "افضل الرسل" لے کر قارئین کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ مذکورہ بالا تالیفات کی اشاعت ان کی دینِ اسلام سے محبت، بزرگانِ دین سے دلی محبت اور شوقِ تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس دور میں جبکہ مالی وسائل محدود ہیں اور اخراجات کا انبار انسان کو سانس نہیں لینے دیتا) محبّی محمد صادق قصوری کی یہ ہمت قابلِ داد ہے کہ وہ کسی ستائش کی تمنا یا صلہ کی پروا کیے بغیر خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم موصوف کی ان کاوشوں کو ماجور فرمائیں اور انہیں جزائے عظیم سے نوازیں۔ ع۔ . . . این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

؎۲ ایضاً ص ۱۳۱، ۱۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضل الرسل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ اخْتَارَ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ وَاَرْسَلَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَجَعَلَ مِنْ جُمْلَۃِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اِذَا اَخَذَ عَلَیْھِمُ الْمِیْثَاقَ بِالْاِیْمَانِ بِہٖ وَبِنُصْرَتِہٖ قَالَ اَشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِھِمْ وَصَحْبِھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ خاکسار برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شرافت علم باعتبار شرافت موضوعِ علم ہے جس قدر اوصافِ جلیلہ و محاسنِ علیہ سے موضوع موصوف ہوگا، اسی قدر علم دوسرے علوم کی نسبت ممتاز ہوگا، اسی قاعدے کو پیش نظر رکھ کر علمِ کلام والے علم کلام کو سب سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کا موضوع ذاتِ باری و صفاتِ باری ہے، علمِ فصاحت و بلاغت کے خوشہ چین اپنی کتابوں میں اس علم کو دوسرے علوم سے ممتاز شمار کرتے ہیں کیونکہ اس کا موضوع کتاب الٰہی قرآن مجید ہے اسی طرح مختلف علوم کے ماہرین اپنے علم کو افضل قرار دینے کے لئے اس کے موضوع کی تعریف و توصیف میں مشغول ہو کر افراط سے کام لیتے ہیں تاکہ یہ علوم باقی علوم پر فوقیت کا درجہ رکھیں تو محصلین اس میں بوجہ رغبت خوب جدوجہد سے کام لیں بنفس الامر میں غور سے دیکھا جائے تو شرافتِ علم شرافتِ موضوع پر ہی

موقف ہے اسی بنا پر ہم جس قدر اس مبحث خاص پر فخر کریں بجا اور جس قدر ناز کریں درست ہے کیونکہ ہمارے مضمون کا موضوع افضل الرسل محبوبِ خدا والیٔ کون و مکاں باعثِ خلقِ دوجہاں، شافع الجن والانسان، منبع الکمالات، جامع علوم لدنی، واقفِ رموزِ سبحانی، پیارا نبی امی لقب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات مستجمع کمالات کی تعریف و توصیف میں زبان کو ناطق کرنا اور پھر کماحقہ اس کی ذاتِ لامحدود اور صفاتِ نامتناہیہ پر حاوی ہونا مطابق قرآن شریف بشری طاقت سے باہر ہے تو بھلا پھر اسی کے محبوب کی شان میں زبان کو گویا کرکے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی مدح سرائی کا حق کماحقہ ادا کریں گے کیونکہ وہ احکم الحاکمین کا حبیب اور اوصافِ جمیلہ سے موصوف اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سے مزین اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر سے ملقب اور ہم جو کہ سیئات و خطیات کا نمونہ ہمارے علوم ناقص ہماری ہمتیں قاصر اور ہمارا علم فانی اور ہم فانی، کس طرح اس فرض کو ادا کر سکتے ہیں غرضیکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف لکھنے کے لئے دنیا کے سمندر سیاہی بن جاویں اور درخت قلموں کا کام دیں، زمین و آسمان سے قرطاس کا کام لیا جائے، جن و انسان اور ملائکہ کاتب مقرر کئے جاویں تو پھر بھی مدح و ثنا تکمیل کو نہیں پہنچتی ؎

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہٗ نَاطِقٌ بِفَمٖ

حبیب خدا کے فضائل و محاسن کا جمع کرنا انسانی طاقت سے کیوں بالاتر نہ ہو جب کہ آپ سید الاولین والآخرین اور روح الموجودات صاحب لواء الحمد اور ازل میں نبی ہونے کا علم قدرت کی طرف سے حاصل کئے ہوئے ہیں اور تمام پیغمبرانِ خدا کو جو کچھ خداوند جل جلالہ سے مرتبے اور درجے عنایت ہوئے ہیں، سب انہی کے ذریعہ ملے ہیں اور ان سے جس قدر مصائب و تکالیف رفع ہوئی ہیں، سب انہی کے وسیلے سے اور ان کو جو کچھ انعامات و خطابات بارگاہِ ایزدی سے میسر ہوئے

S8644

ہیں اور ہوں گے وہ سب میرے مولا محبوبِ خدا کی طفیل ہیں، غرض جدھر نظر دقیق سے کام لے کر دیکھو اسی ذات کے انوار و برکات محاسن و فضائل، اخلاق و خصائل نظر آ رہے ہیں یہاں تک کہ شمس و قمر، وحوش و طیور آپ کے تابع اور ان کی ہستی آپ کے نور کا ادنیٰ کرشمہ ہے، احجار و اشجار، ارض و سما آپ کے زیرِ فرمان اور ان کی ہستی آنحضرت کی طفیل ہے۔

باوجود اس امر کے ہم کو قطعی علم ہے کہ ہم سے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کی اوصافِ جلیلہ کا شمہ بھی بیان نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی ہماری طبیعت کو چین نہیں آتا جب تک کہ ہم بھی اپنی ہمتِ قاصر کے مطابق پیارے محبوب کی شان میں گیت گا کر اپنے دل و زبان کو پاک کر کے فلاح حاصل نہ کر لیں کیونکہ منبعِ اخلاقِ حمیدہ، معدنِ اوصافِ برگزیدہ کے حق میں جب خود احکم الحاکمین بار بار اپنی مختلف کتب میں مدح سرائی فرما رہا ہے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر اس کی صفت و ثنا میں دن رات زبان و دل کو معطر کر کے اس کی امت میں شامل ہونے کی تمنا اور آرزو کرتے ہوئے واصل باللہ ہو گئے ہیں! اور اکابر عارفین و ائمۂ دین اپنی اپنی ہمت کے مطابق پیارے نبی کی فضیلت کا راگ گا کر حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہیں تو پھر اگر ہم بھی تقلیداً اس طریقِ سابق پر چل کر اپنے لئے فلاح حاصل نہ کر لیں تو ہمارے لئے ضرور افسوس ہو گا۔

سامعین! باریک بینی سے کام لیا جائے تو ہر نوع کے افراد میں بعض افراد ایسے نظر آئیں گے جو دوسروں کی صفات و فضائل میں کامل و افضل ہوں گے اور ان میں وہ خوبیاں اور محاسن جمع ہونگی جس سے اس کے رفیق عاری و خالی ہوں گے، باغات کا ملاحظہ کیجئے تو ایک، دوسرے سے اعلیٰ ہے اور تیسرا، دوسرے سے باعتبار اپنی خوبی و رونق کے زیادہ خوشنما ہے علیٰ ہذا القیاس اشجار و اثمار کا مطالعہ کیجئے تو ہر ایک اپنے ماتحت کی نسبت اعلیٰ اور اپنے مافوق کی نسبت ادنیٰ ظاہر ہو گا، مقاماتِ متبرکہ و مکاناتِ مقدسہ کی زیارت کی جائے تو وہاں بھی فاضل و مفضول کا فرق معلوم ہو گا، حیوانات و چرند پرند کی طرف خیال کیا جائے تو اس جگہ بھی اوصافِ حمیدہ و محاسن میں کمی و زیادتی معلوم

ہو گی، ملبوسات، مطعومات و مشروبات کا احساس کیا جائے تو قوتِ حاسّہ یہاں بھی ہر ایک کو اس کے محاسن کی کمی و زیادتی کے باعث ممتاز کردے گی مشمومات و مسموعات میں فکر کو دوڑایا جائے تو وہاں بھی قوتِ حاسّہ کا گھوڑا ایک کو ضرور دوسرے پر ترجیح دے گا، مُبصَرات میں بصر روشن دقّتِ نظری سے کام لے تو وہاں بھی یہی فرق محسوس ہو گا، غرض جہاں تک چلے جاؤ ہر ایک مخلوق میں ادنیٰ و اعلیٰ، فاضل و افضل کی نسبت صاف طور پر دکھائی دے گی۔

عیاناً جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہر ایک حادث اپنی جنس کے اعتبار سے باعتبار محاسن و اوصافِ حسنہ و خصائلِ برگزیدہ ایک خاص تمیز کا درجہ رکھتا ہے تو بھلا اب یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ سب مخلوق درجہ و رتبہ میں برابر ہے اور سب رسل مراتب و فضائل میں مساوی ہیں حالانکہ صریح ارشادِ خداوندی تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ کتابِ کریم میں اختلافِ شرافت و فضیلت کا حکم سنا رہا ہے لیکن بعض جہلا رباوجود آیاتِ شریفہ سابقہ الاپتے رہتے ہیں کہ محبوبِ خدا کی بزرگی صرف اتنی ہے جتنی بڑے بھائی کی بزرگی چھوٹے پر ہوتی ہے، یہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔

یہ امر یقینی ہے کہ خداوند تعالیٰ جل جلالہ کی مخلوق باعتبار معرفتِ الٰہی و جلالِ خداوندی مختلف ہے، جس قدر معرفت میں کمی و زیادتی ہو گی اسی قدر عبودیت میں تفاوت ہو گا یعنی جس میں بعد از معرفتِ کاملہ عبودیتِ کاملہ متحقق ہو گی وہی سب سے بڑھ کر بلحاظِ فضل و کرم اعلیٰ ہو گا، نفسِ عبودیت میں تو رسلِ عظام و انبیاءِ کرام و ملائکہ و اولیائے امت و مومنین موحدین متقی و پرہیزگار سب مساوی ہیں، ہاں باعتبارِ مراتب سب میں فرق ہے، حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت عظمتِ الٰہی و جلالِ خداوندی سب مخلوق سے اعلیٰ تھی اور آپ ذات اور صفاتِ الٰہیہ کی پہچان میں سب سے فائق تھے اس لئے آپ عبدِ کامل بن کر سب سے مراتب و فضائل میں سبقت لے گئے ہیں، باقی انبیاءِ کرام کی معرفتِ خداوندی اس درجہ کی نہ تھی جس قدر ہمارے پیارے نبی اُمّی لقب

سید الرسل کی تھی اس لئے وہ مرتبہ و درجہ میں بھی متاخر ہیں۔ ملائکہ خاص و عام و اولیائے کرام و مومنین و موحدین کی معرفتِ الٰہی میں تفاوت ہونے کے باعث عارفوں کے مراتب میں بھی مطابقِ معرفت فرق ہے، سب سے ادنیٰ درجہ کی عبودیت کفار کی ہے جو کہ شرک و کفر میں ملوث ہیں۔

نصاریٰ تو عباد المسیح ہو گئے، یہود عباد العزیر بن گئے، کفار مشرکین عباد الاصنام ہو گئے لیکن ان کی زبانِ حال خود ان کی تکذیب کر رہی ہے۔ اس عبودیت ناقصہ کے سبب سے یہ مشرکین اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ کا لباس پہنکر رسوا و ذلیل ہو رہے ہیں، پس معلوم ہوا کہ جس قدر وصفِ عبودیت میں کمی و زیادتی ہو گی اسی قدر شرافت و فضل میں تفاوت ہو گا۔ خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر قربان جائیے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب کو عبدِ کامل و انسانِ کامل بنانے کے لئے یہاں تک مہربانی فرمائی کہ آپ کی امت نے آپ کو اب تک اِلٰہ کا نام نہیں دیا ہے حالانکہ آپ کی امت کو آپ کے ساتھ اممِ سابقہ کی محبت سے ہزار گنا زیادہ محبت ہے اور انبیاء کرام کی نسبت آپ میں ہزارہا کمالات و معجزات و فضائل زائد موجود ہیں جس طرح کہ بعض کم فہم نصاریٰ نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اور یہود نے حضرتِ عزیر کے لئے اور بعض مفرط شیعوں نے حضرت علی کے لئے اِلٰہ کا نام تجویز کیا ہوا ہے۔

غرض خداوند تعالیٰ مولیٰ کریم نے اپنے پیارے نبی کو الوہیت کی ہوا تک سے محفوظ فرما کر روزِ روشن کی طرح ثابت کر دکھلایا ہے کہ عبودیتِ کاملہ و انسانیتِ فاضلہ کا تحقق صرف ایک ہی فردِ خاص میں ہے جس کا پیارا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہی شرافتِ علیہ و فضیلتِ خاصہ کا مورد ہے جس کا پیارا ذکر احمد کے نام سے انجیل و توراۃ میں ہے ؎

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

صاحبِ قصیدہ بُردہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے لئے اور آپ کے مناقب و مناصب ظاہر کرنے کے لئے اور آپ کے محاسن و فضائل پیش کرنے کے لئے اور آپ کی مدح و ثنا کا اظہار کرنے کے لئے اسے مخاطب! جس طرح تجھ سے ہو سکے کر لیکن نصاریٰ کی طرح کہیں حضرت محبوبِ خدا کو الوہیت سے موصوف نہ کرنا کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کوئی جرم نہیں اور اسی کا نام شرک ہے۔

بشر کے ملائکہ سے افضل ہونے کا بیان

کتبِ عقائدِ اہلِ سنت وجماعت میں مرقوم ہے کہ عامۂ مومنین عام ملائکہ سے افضل ہیں اور خواصِ مومنین، خواصِ ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل البشر رسلِ ملائکہ سے اعلیٰ ہیں، اس پر انہوں نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں لیکن بندہ بوجہ اختصار چار پر ہی اکتفا کرتا ہے، غور سے سنئے:۔

دلیلِ اوّل

خداوند تعالیٰ عزاسمہ وجل برہانہ نے جس وقت حضرتِ آدم علیہ السلام ابوالانبیاء کو اپنے یدِ قدرت سے پیدا کیا تو تمام ملائکہ مقربین وغیر مقربین سے حکماً علیٰ وجہ التعظیم و التکریم حضرتِ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا، سبھی نے حکم کی تعمیل کر کے فلاح حاصل کی مگر شیطانِ مردودِ ازلی نے حکم سے انکار کیا اور یہ صاف ظاہر ہے اور حکمتِ بالغہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ادنیٰ، اعلیٰ کو سجدہ کرے اور مفضول، افضل کی تعظیم و تکریم بجا لائے یعنی ہمیشہ ادنیٰ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اعلیٰ کی تعظیم بجا لائے اور مفضول پر فرمان جاری کیا جاتا ہے کہ افضل کی تکریم کا حق ادا کرے نہ اس کا عکس،

دلیلِ دوم

اہلِ زبان عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا سے نکالتے ہیں کہ اس کلام سے زیادتی

علمِ آدم علیہ السلام کا اظہار مقصود ہے جو مسجودِ ملائکہ ہونے کا باعث تھی اور اس سے مولیٰ کریم کو یہ منظور ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام ملائکہ سے افضل و اعلیٰ ہیں اسی لئے دونوں کا امتحان لے کر ایک کو عالم و افضل قرار دیا، دوسرے کو مفضول و مغلوب جتا کر عام طور پر یہ شہرت دلا دی کہ یہ اس کے مقابلہ میں کم علم ہیں۔

دلیلِ سوم

خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو کہ انسان کی تمام ضروریاتِ دنیویہ و دینیہ کے احکام پر حاوی ہے، بایں الفاظ خبر دی ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ اور عالمین میں ملائکہ بھی شامل ہیں تو ثابت ہو گیا کہ رُسلِ بشر حضرتِ آدم و نوح و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و عیسیٰ و حضرتِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سب تمام ملائکہ سے افضل و برگزیدہ ہیں۔

دلیلِ چہارم

انسان کا فضائل و کمالاتِ علمیہ و عملیہ کو باوجود عوائقِ شہوت و غضب و حرص و کینہ و بغض وغیرہ کے حاصل کرنا نہایت ہی اَشَقّ و اَصْعَب ہے، جب انسان باوجود صدہا شواغل و صوارف کے عبادات اور کسبِ کمالات و اخلاقِ حمیدہ میں مشغول رہتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرتِ انسان اس جماعت سے فضیلت و بزرگی میں بڑھکر ہے جس میں یہ موانع کمالات موجود نہیں بلکہ اس کی سرشت و طبیعت میں عبادت و طاعت کا ہی مادہ ہے نہ اور، دیکھئے ایک آدمی کے پاس علاوہ تمام ضروریاتِ تمدن کے اتنا زر و مال موجود ہے کہ اگر وہ تمام منہیاتِ شرعیہ کا مرتکب ہو تو وہ بغیر کسی مانع کے ہو سکتا ہے اور دوسرے کے پاس اتنا بھی سامان نہیں کہ وہ اپنے روزانہ حوائج کو کافی طور پر پورا کر سکے، اب اگر یہ دوسرا فخر کرے کہ میں پہلے کمالات میں اعلیٰ ہوں اور فضائل و اخلاق میں برتر ہوں کیونکہ منہیات سے بچنا میری مرضی پر منحصر تھا تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ کمالِ فخر اس کو زیبا ہے جس کے پاس سامانِ لہو و لعب و اسبابِ عیش و طرب موجود تھے لیکن وہ محض خوشنودیٔ مولا و رضامندیٔ خدا تعالےٰ کو

پیشِ نظر رکھ کر منہیات کے پاس نہیں پھٹکا، نہ کہ اس دوسرے کے لئے جوان تمام اسبابِ عیش وطرب سے خالی وعاری ہے۔ ایک شخص کی بصارت نہیں یا اس کے کان بہرے ہیں یا وہ مادر زاد عنّین ہے اور دوسرے کے تمام حواس درست ہیں اور ہر طرح سے ہر ایک فعل پر قادر ہے، اب بھلا اگر یہ فخر کرے کہ میں نے کسی عورت کو بری نظر سے نہیں دیکھا یا میں نے زندگی بھر میں کوئی بُرا کلمہ نہیں سنا یا میں نے کسی عورت سے ناجائز فعل نہیں کیا تو اس کا یہ فخر درست نہیں کیونکہ فخر وکمال اس شخص کا ہے جس نے باوجود حواسِ سلیمہ نہ کوئی برا کلمہ سنا اور نہ کسی کو بری نظر سے دیکھا، اسی طرح ملائکہ بھی اگرچہ معصوم ہیں لیکن یہ عصمت ان کے لئے باعثِ فخر نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کی سرشت میں برائی وگناہ کا تخم نہیں، ہاں یہ فخر اس وقت برمحل ہوتا کہ وہ بھی باوجود موانع وصوارف حسد وبخل وکینہ وبغض وغضب وغیرہ معصوم از گناہ رہتے وَإِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ۔

ان چار دلیلوں سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی وآقا حبیبِ خدا محمدِ مصطفٰے تمام ملائکہ سے افضل وبرتر ہیں کیونکہ حضرتِ آدم ونوح ویعقوب وابراہیم واسحٰق وغیرہم علیہم الصلوات والتسلیمات ملائکہ سے بزرگ واعلیٰ ہیں تو کیا فخرِ موجودات، باعثِ کائنات، سید الاولین والآخرین حضرتِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے ذریعے سے سب حضرات رسلِ کرام مناصبِ عالیہ پر ممتاز ہوئے ہیں، افضل نہیں ہوں گے؟

علامہ رازی تفسیر کبیر میں تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپس میں فاضل ومفضول کی نسبت رکھتے ہیں اور اس امر پر اتفاق ہے کہ رسولِ مقبول سید الاولین والآخرین محبوبِ خدا محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے امجد واعظم ہیں۔

امت کا یہ اجماع بغیر کسی حجت ودلیل کے نہیں بلکہ اس پر اس نے کثرت سے دلائل پیش کئے ہیں، اختصار ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم سب کو آپ کے سامنے لا رکھیں لیکن چند دلائل ہم بیان کرتے ہیں جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہو گا کہ

محبوبِ خدا شفیع المذنبین جملہ رسل و انبیاء سے افضل تھے، سنیے:-

۱۔ قادرِ مطلق نے اپنی کتاب محفوظ میں اپنے پیارے کی شان میں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ارشاد فرما کر واضح کر دیا ہے کہ حضور سرورِ دو جہاں سب عوالم کے لئے رحمت ہیں، جب آپ سب کے لئے رحمتِ خداوندی ظاہر ہوئے تو لازم آیا کہ آپ مخلوق ادنیٰ و اعلیٰ سب سے افضل و برتر ہیں، خواہ مخلوق کا وجودِ ظاہری آپ سے مقدم ہو یا مؤخر!

۲۔ احکم الحاکمین نے فرقانِ حمید میں اپنے پیارے کی شان کا اظہار کرتے ہوئے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا ہے یعنی ہم نے تیرے ذکر کو اس طرح بلند کیا کہ کلمۂ شہادت واذان و تشہد میں اپنے نام کے ساتھ تیرے اسم کو ملا کر عام طور پر دعوت دے دی ہے کہ اس کا صبح و شام ورد کیا کرو، یہ رتبہ باقی انبیاء کرام کو عنایت نہیں کیا گیا معلوم ہوا کہ آپ اس صفت میں سب سے سبقت لے کر سب سے اعلیٰ افضل ہیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

۳۔ خدا تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتابِ مبین میں حضرت کو ایک ایسی نعمت عنایت فرمائی ہے جو اور کسی نبی و مرسل کو عطا نہیں کی یعنی حضرت کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضرت کی بیعت کو اپنی بیعت اور حضرت کی رضا کو اپنی رضا اور حضرت کی عزت کو اپنی عزت مختلف آیاتِ شریفہ میں قرار دے کر ظاہر کر دیا ہے کہ موصوف بہذہ الصفات ان حضرات سے درجہ و رتبہ میں اعلیٰ ہے جو اس صفت سے خالی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ عز اسمہ و جل برہانہ نے قرآن شریف اتار کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کفار کو کہہ دو کہ اگر تم مجھ کو سچا رسول نہیں مانتے اور الٰہی کتاب کو میری خانہ ساز کتاب تصور کرتے ہو تو تم اپنے دعوے کی تصدیق کے لئے اس کتاب کی ایک چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا لاؤ جو فصاحت، بلاغت، خوبی ظاہری و باطنی میں اس کے مساوی ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ اس جیسی سورت قیامت تک تم سے تیار نہ ہو سکے گی خواہ تمام جن و انسان اپنا زور لگا کر اس کی تیاری میں مصروف ہوں اور ایک دوسرے

کے سورت بنانے میں مدد و معاون ہوں، قرآن شریف چھ ہزار سے زائد آیات کا مجموعہ ہے جب تین آیات کے مقابلہ سے تمام جن و انسان قیامت تک عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف ایک معجزہ نہیں بلکہ چھ ہزار سے زائد معجزات پر شامل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت نو معجزوں سے بیان فرمائی ہے، بھلا جس کے پاس محض فضلِ ایزدی سے ہزاروں معجزات موجود ہوں وہ کیونکر نو معجزات والے صاحب سے افضل نہ ہوگا؟ اسی طرح باقی حضرات پر فضیلت کا قیاس کرلیں جن کے پاس گنتی کے معجزات تھے۔

۵۔ ہمارے رسولِ اکرم و اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے افضل ہے تو لازم آیا کہ ہمارے نبی بھی تمام رسلِ سابقہ سے افضل و اعلیٰ ہوں پہلے مقدمہ کا ثبوت آنحضرت کا یہ فرمانا کہ کلامِ الٰہی قرآنِ مجید کلاموں میں اس طرح ہے جیسے حضرتِ آدم علیہ السلام موجودات میں اور دوسرے کا ثبوت اس طرح کہ بادشاہ کسی وزیر یا مقربِ خاص کو خاص خلعتِ فاخرہ خصوصیت کے ساتھ عطا نہیں کرتا جب تک وہ صاحبِ خلعت اس کے نزدیک سب سے اکرم و افضل نہ ہو۔

۶۔ رسلِ کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزات امورِ باقیہ میں سے تھے اور حبیبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن شریف، جنسِ حروف و اصواتِ فانیہ سے ہے، ان کے معجزات باوجودیکہ امورِ باقیہ میں سے تھے، فنا ہو گئے اور ہمارے حضرت کا معجزہ باوجود فانی ہونے کے ابھی تک اسی طرح قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا جس طرح لوحِ محفوظ میں مرقوم ہے۔

۷۔ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دینِ مستقیم تمام ادیانِ سابقہ سے فضل ہے اور یہ لازم ہے کہ صاحبِ دین بھی باقی ادیانِ سابقہ کے صاحبوں سے افضل و اعلیٰ ہو۔

خداوند تعالیٰ جل جلالہ نے دینِ اسلام کو باقی تمام ادیان کے لئے ناسخ قرار دیا ہے اور یہ ضروری ہے کہ ناسخ، منسوخ سے افضل ہو اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سنتِ حسنہ کا رواج دیا، جب تک لوگ اس نیک سنت پر عمل کرتے

رہیں گے، اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی، پس جب یہ دین باعتبارِ ثواب و فضیلت کے ادیانِ سابقہ سے افضل واعلیٰ ہوا تو اس کا واضع بھی باقی ادیان کے واضعین سے بزرگی و ثواب میں فوقیت لے کر بزرگ تر ثابت ہوگا۔

۸۔ خداوند تعالیٰ جل جلالہ و عز برہانہ نے اپنی کتاب کریم واجب التعظیم میں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ نازل فرما کر واضح کر دیا کہ خداوند تعالےٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ وہ شخص ہے جو کہ سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہو اور ادھر حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَنَا اَتْقَاکُمْ فرما کر ظاہر کر دیا کہ سب سے زیادہ عالم باللہ اور متقی میں ہوں۔

۹۔ احکم الحاکمین نے فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا نازل فرما کر جتلا دیا ہے کہ اس سے نبی کریم کی عزت و عظمت کا اظہار مقصود ہے کیونکہ مولیٰ کریم کے نزدیک تو سب کچھ ظاہر و عیاں ہے، شہادت کی کوئی ضرورت نہیں، رسولِ اکرم کو شاہد مقرر کرنے سے آپ کا سب کے روبرو فضل و احترام ظاہر کرنا مدِ نظر ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہی پیارا امی لقب سید الاولین والآخرین ہے۔

۱۰۔ خدا تعالیٰ کے پیارے حبیب کی امت امم سابقہ سے درجے و رتبے میں مطابق آیت شریف کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ افضل و اعلیٰ ہے اور یہ ضروری ہے کہ اس امت کا پیارا نبی بھی باقی انبیاء سے افضل و اکرم ہو کیونکہ امت کا اشرف و اکرم ہونا اپنے نبی کی اتباع کی وجہ سے ہوتا ہے، پس تابع کی فضیلت متبوع کو واجب کرتی ہے۔

۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق آیت شریف وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ دعوتِ عامہ کا پیغام لے کر آئے تھے یعنی جن و انسان کی طرف آپ رسالت کا پیغام لا کر ان کو صراطِ مستقیم پر چلانے آئے تھے بعض محققین نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ملائکہ کے لئے بھی رسول تھے، اب خیال کرنا چاہیے کہ حضرت رسولِ اکرم جب تمام

کی طرف رسالت کا پیغام لے کر آئے تھے تو آپ کو مخلوق کے مقابلہ میں کیا کیا تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھانی پڑی ہوں گی کیونکہ جب تمام مخلوق کا ایک شخص مقابلہ کرے تو اس کو تکلیف و مشقت بھی اسی انداز کے مطابق لاحق ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ مشقت و مصیبت لاحق ہوگی اسی قدر فضائل و مراتب میں ترقی ہوگی، انبیائے کرام میں سے کوئی نبی تو خاص اپنی قوم کیطرف مبعوث ہوتا تھا اور کوئی کسی خاص گاؤں میں نبی مقرر ہوتا تھا اور کوئی صرف اپنے زمانہ کا رسول ہوتا تھا، اسی لحاظ سے ان سب کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ہمارے نبی جو کہ تمام روئے زمین کے جن و بشر کی طرف قیامت تک مرسل مقرر ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں اسی نسبت سے ان کو صدمے سہنے کا اتفاق ہوا ہے معلوم ہوا کہ آپ سب انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ محض خدا کے واسطے جس قدر آپ نے تکالیف برداشت کی ہیں اور کسی نبی نے نہیں اٹھائیں حدیث شریف اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ اَحْمَزُهَا اَیْ اَشَدُّهَا بھی اسی مضمون پر ناطق شاہد ہے۔

حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تن تنہا بغیر کسی رفیق و یار اور زر و مال کے سب جن و انسان کو یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ سے آواز دی تو آپ کے سب دلی دشمن ہو گئے اور ظاہراً بھی تکالیف پہنچانے میں کسی قسم کا دقیقہ باقی نہ رکھا تھا، ادھر حضرتِ موسےٰ علیہ السلام نے پیغامِ الٰہی بنی اسرائیل کو پہنچایا اور فرعون کو بھی احکامِ ربانی کی تبلیغ فرمائی تو فرعون بمع اپنی قوم کے حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔

دیکھئے ایک شخص کو کسی شہر میں ایک خاص شخص کے پاس ایسا پیغام دے کر بھیجا جائے جو مرسل الیہ کی طبیعت کے ناموافق ہو اور اس شہر میں رسول کا کوئی دوست اور ہمدرد بھی نہ ہو تو اس کا دل پیغام پہنچاتے ہوئے ضرور گھبرائے گا اور دوسرے شخص کو اسی طرح کا ایک پیغام دے کر ایک جنگل و بیابان میں ہزارہا لوگوں کے پاس جو کہ رسول کی جان کے دشمن ہیں بھیجا جائے تو عقل اندازہ نہیں لگا سکتی کہ پیغام پہنچانے والے کو وہاں جانے میں کیا کیا دقتیں پیش آئیں گی اور کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا۔

ہمارے حضرت کو مطابق آیت شریف یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ، یہ حکم تھا کہ صبح و شام جن و بشر کو احکام الٰہی کی تبلیغ کریں اگرچہ وہ حضرت کی دن رات مخالفت ہی کیوں نہ کریں۔ حضرت حکم الٰہی کی برابر تعمیل فرماتے رہے اور باوجود مختلف قسم کی تکالیف سہنے کے کسی وقت بھی آنحضرت کی طبیعت نے ملال نہ پکڑا تو معلوم ہوا کہ جس قدر مصائب آنحضرت کو احکامِ الٰہی کی تبلیغ میں لاحق ہوئے ہیں اور کسی نبی کو لاحق نہیں ہوئے رسلِ سابقہ کے بعد ہمارے حضرت کے صحابہ کرام کا مرتبہ ہے اور یہ مسلّم ہے کہ حضرت کی امت امم ماضیہ سے فضیلت و شرافت میں بڑھ کر ہے کیونکہ جس قدر حضرت کے صحابہ کرام کو آپ کے ساتھ رہ کر مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور کسی امت کو ایسا اتفاق نہیں ہوا، جب صحابہ کو مشقتیں اور تکلیفیں اٹھانے کے باعث سب پر فضیلت ہوئی تو کیا ہمارے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین جنہوں نے تمام عمر رنج و غم میں گزار دی تھی اور طرح طرح کی مخالفین کے ہاتھوں سے تکلیفیں سہی تھیں، سب انبیاء سے افضل نہیں ہوں گے؟

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ انسان کے لئے ایذائے لسانی تین قسم پر ہو سکتی ہے، اول یہ کہ اس کے معبود و استاد و مرشد کے حق میں بیہودہ کلمات استعمال کئے جائیں دوم یہ کہ خود اس کی ذات پر ناجائز حملے کئے جائیں اور ان کے حق میں ناشائستہ کلمات استعمال کئے جائیں رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار و منافقین نے تینوں قسم کی اذیت و تکلیف پہنچائی تھی، حبیب رب العالمین کی روحِ مبارک کو معبود کے بارے میں انہوں نے اس طرح اذیت پہنچائی کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بعض تو خدا تعالیٰ جل جلالہ کے لئے زن و فرزند علی الاعلان ثابت کرتے تھے اور بعض معبود برحق کو شیطان کا مغلوب قرار دے کر سیدھے رستہ سے بہکانے والا قرار دیتے تھے اور بعض کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ محتاج مسکین فقیر ہے اس لئے ہم کو حکم دیتا ہے کہ تم زکوٰۃ اور صدقہ ادا کیا کرو تاکہ

میری ضروریات پوری ہوں اور ہم غنی صاحبِ ثروت ہیں، نعوذ باللہ من ہذہ الھفوات، اور قرآن شریف واجب التعظیم الٰہی کتاب کے بارے میں سحر و قول الکاہن و افترا ہ و کذب علی اللہ کہتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ اگر یہ قرآنِ مجید خدا کی کتاب ہے تو ہمارے پاس ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتر آئی جس کو ہم اپنی آنکھوں سے اترتے ہوئے دیکھیں سورۃ سورۃ، رکوع رکوع اور آیت آیت ہو کر نازل ہونے کا سبب یہی ہے کہ یہ کتاب جعلی خانہ ساز ہے اور الہامی کتاب نہیں، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام جن کے ساتھ آپ کو بڑا انس تھا کہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے آپ پر قرآن اتارتا تھا، یہودی ان کے حق میں کلامِ گستاخانہ و بے ادبانہ اس طرح کہتے تھے کہ ایک مومن کا کلیجہ سن کر شق ہونے کو تیار ہوتا ہے، صادق امین محبوبِ رب العالمین رحمۃ للعالمین کے حق میں ساحر و شاعر، کذاب و مجنون دن رات کہہ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر کے حضرت کی ذات کو تکلیف پہنچاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہوتا تو اس پر لازم تھا کہ ایک پتلی بے جان کی طرح ہوتا، نہ کھاتا نہ پیتا، نہ بازاروں میں چلتا پھرتا، اس کے پاس مال کے خزانے ہوتے اور باغات کا مالک ہوتا گویا رسالت کا معیار ان کے نزدیک یہ تھا جو انہوں نے مختلف موقعوں پر ظاہر کر کے جتلا دیا تھا کہ رسالت و نبوت کا مستحق ہو سکتا ہے جو اوصافِ بالا سے موصوف ہوا اور پھر اسی پر کفار و منافقین نے کفایت نہیں کی بلکہ حضرت کی شان میں قصیدے اور نظمیں تیار کر کے جو کہ حضرت کی ہجو پر شامل ہوتی تھیں، مغنیات اور رقاصات سے وہی قصیدے سن کر اپنی مجلسوں اور محفلوں کو رونق دیتے تھے۔

منافق و فاسق اور یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ کو ایک ایسے فعلِ شنیع کا ناپاک الزام لگایا کہ اہلِ ایمان کا دل سن کر کانپ اٹھتا ہے اور بے اختیار آنسو جاری ہو کر بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقین آپ کے اقارب و صحابہ کبار و اہلِ بیت کے حق میں کہتے تھے کہ یہ سب غاصب و ظالم اور مرتد ہو گئے ہیں اور صراطِ مستقیم اسلام پر کوئی بھی حضرت کے متوسلین و

مصاحبین و اقارب سے باقی نہیں رہا (نعوذ باللہ) انہی تکالیف کو حضرت نے اٹھا کر مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ فرمایا تھا، رسولِ مقبول محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و تحمل بھی دیکھئے کہ آپ باوجود اِن مصائب شاقہ و اذیّت ہائے گوناگوں کے خلق کو دعوتِ اسلام دیتے رہے اور اخلاق حمیدہ و محاسن جمیلہ سے ان کے ساتھ پیش آکر ان کو اپنا بناتے رہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کو کفار منافقین طرح طرح کی تکلیفیں دیتے رہتے اور ہر وقت درپئے آزارِ حضرت رہتے تھے لیکن خداوندِ عالم اس کے عوض اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب و مناصب بلند کرتا تھا اور دن بدن منافقوں کے سامنے آپ کے دینِ مستقیم کو ترقی بخشتا تھا، خدا تعالیٰ اس ترقی کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی بخشتے اور حاسدین و دشمنانِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حسد و بغض کا دارین میں بدلہ دے آمین ؂

عَدُوُّکَ مَذْمُوْمٌ بِکُلِّ لِسَانٍ   وَلَوْ کَانَ مِنْ اَعْدَائِکَ الْقَمَرَانِ

وَلِلّٰہِ سِرٌّ فِیْ عُلَاکَ وَاِنَّمَا   کَلَامُ الْعِدیٰ ضَرْبٌ مِّنَ الْھَذَیَانِ

اَیَلْتَمِسُ الْاَعْدَاءُ بَعْدَ الَّذِیْ رَأَتْ   قِیَامَ دَلِیْلٍ اَوْ وُضُوْحَ بَیَانٍ

(ترجمہ) "تیرے دشمن کا ذکر ہر زبان پر بدی آتا ہے اگرچہ تیرے دشمن شمس و قمر ہوں تو وہ بھی باوجود اپنے عموم نفع کے مذموم ہو جائیں اور تیری رفعت مرتبت میں خدا کا بھید ہے جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا اور بات یہ ہے کہ دشمنوں کا تیرے بارے میں کلام کرنا ایک قسم کا جنون ہے کہ وہ سرِّ الٰہی کو نہیں سمجھتے، کیا تیرے دشمن بعد دیکھنے تیری ترقی اقبال کے اب بھی کوئی دلیل اور واضح بیان تیری رفعِ قدر کے لئے طلب کریں گے"

۱۳- ہمارے نبی فخر دوجہاں محبوب خدا میں وہ تمام کمالات و محاسن و شمائل حسنہ و اخلاق برگزیدہ موجود تھے جو تمام رسل عظام و انبیائے کرام ماضیہ میں جمع تھے کیونکہ خداوندِ عالم عزّ برہانہ و جل سلطانہ نے ساتویں سپارہ قرآن مجید میں اپنے برگزیدہ پیغمبروں کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے اور پھر ساتھ ہی ان کی فضیلت و شرافت بیان کرنے کے

علاوہ ان کی قدر و منزلت ظاہر کی گئی ہے اور یہ جتلایا گیا ہے کہ یہی جماعت بزرگی و شرافت میں تمام مخلوق حتٰے کہ ملائکہ سے بھی افضل ہے اور یہی گروہ صحیح معنوں میں عبادی الصالحون کا سچا مصداق ہے، اس کے بعد مولا کریم آقائے نعمت خداوند عالم نے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ارشاد فرماکر حضرت نبی رحیم شفیع امت کو تعلیم دی کہ جس قدر اوصاف جمیلہ و فضائل حمیدہ و کمالات علیہ اس جماعت میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں، ان سب کی آپ اقتداء کیا کریں، آپ نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ سب محاسن کا میں ہی جامع ہوں جو انبیائے کرام میں پائے جاتے ہیں اور میرا ہی نام سید الانبیاء و امام النبیین و شفیع المذنبین ہے، اس کو آگے چل کر میں ذرا زیادہ وضاحت سے بیان کروں گا، آپ منتظر رہیں۔

۱۴۔ معجزات کی کمی بیشی کو اگر افضلیت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معیار قرار دیا جائے تو اس صورت میں بھی محبوب خدا تمام رسل عظام سے فوقیت لے جائیں گے کیونکہ انبیائے کرام کے پاس جو معجزات ان کی رسالت کو واجب کرتے تھے اور یقین دلاتے تھے کہ واقعی یہ خدا کی طرف سے سچے نبی ہیں وہ آنحضرت کے معجزات کی نسبت بہت کم ہیں اور محبوب خدا مقبول الٰہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے تین ہزار سے زائد معجزات ظاہر کئے تھے، اگر میں ہر ایک کو تفصیلاً بیان لکھوں تو کئی ایک دفتر بھی کافی نہیں ہوں گے، بعض تو قدرت کے متعلق تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کثیر کو طعام قلیل سے سیر کر دیا اور آب کثیر سے لشکروں کی پیاس بجھا دی اور ذخیرہ کے لئے پانی جمع کر لیا گیا اور بعض علم کے متعلق تھے جیسے آپ نے زمانہ ماضی اور مستقبل کی خبریں ظاہر کیں جو ہو بہو اپنے وقت پر پوری ہو رہی ہیں اور قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی اور فصاحت قرآن و بلاغت فرقان کو مخالفین کے سامنے پیش کیا کہ اس جیسی کم از کم تین آیات ہی تیار کر کے لے آؤ، لیکن سب باوجود دعویٰ فصاحت و بلاغت و شعر خوانی، تین آیات لانے سے عاجز رہے اور قیامت تک مخالفین عاجز و قاصر رہیں گے اور بعض آنحضرت کی ذات کے متعلق تھے، جس طرح شجاعت، خلق، حلم، وفا، فصاحت، سخاوت، شرافت، نسب وغیرہ۔

۱۵۔ مولیٰ کریم خالقِ دوجہاں نے اپنے پیارے حبیب کی شان کا اظہار اور فضیلت و بزرگی کا علَم اس طرح بھی بلند کیا ہے کہ آپ کی حیات و عمر کی قسم کھائی ہے لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ اہلِ تفسیر کا اتفاق ہے کہ اس سے بڑھ کر آنحضرت کی شرافت عظمت کیا ہوگی کہ خداوند عالم آپ کی مدتِ حیات کی قسم کھا رہا ہے۔

علامہ ابوالجوزہ لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کسی کی مدتِ حیات کی قسم نہیں کھائی مگر اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ آپ تمام مخلوق سے افضل و اکرم ہیں اور کوئی بھی ملک و بشر فضائل و مراتب میں آپ کے مساوی نہیں۔

۱۶۔ احکم الحاکمین نے سورۂ آلِ عمران میں وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ نازل فرما کر واضح کر دیا ہے کہ مولیٰ کریم نے انبیاء کرام سے جو کہ کتاب و حکمت کے مالک تھے، عہد لیا تھا کہ جب کبھی تمہارے پاس ایسا رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے اور تمہیں خدا کا سچا رسول تسلیم کرے تو تم پر اس وقت لازم ہے کہ تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو۔ اگر تم نے ایفاء عہد کرنے کے اس کی وفا نہ کی تو تم زمرۂ فاسقین میں شمار کیے جاؤ گے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ جل جلالہ نے تمام انبیاء پر واجب کیا تھا کہ اس ہر ایک رسول پر ایمان لائیں جو مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ کا مصداق ہو۔

حضرت علی و ابن عباس و قتادہ و السدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ یہ میثاق و عہد حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کے ساتھ مختص تھا یعنی حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام و رسل عظام سے خدا تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ اگر وہ حضرتِ رسول اکرم کا زمانہ پائیں تو ان پر واجب ہے کہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ دیکھیے حبیب کی شرافت و منزلت کس قدر مدِ نظر ہے کہ ابھی عالم دنیا میں بشکل ناس پیارے کا ظہور بھی نہیں ہوا اور سب سے اس پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد پختہ لیا جا رہا ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیتِ شریفہ کے یہ معنٰی بیان فرمائے ہیں کہ انبیاء کرام ماضیہ اپنے اپنے وقت میں اپنی امتوں سے عہد لیتے تھے اور ان کو تاکید کرتے تھے کہ اگر وہ حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا زمانہ پالیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں کیونکہ مقصود اس آیتِ شریفہ سے ان لوگوں کو تنبیہ کرنی ہے جو حضرت کے زمانہ میں موجود تھے کہ وہ حضرت پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

ان مفسرین نے اس وجہ کو ابلغ ظاہر کرنے کے لئے کہا ہے کہ یہ مقصود تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اگر ایمان و مدد کا عہد امم سے لیا جائے نہ کہ انبیائے کرام سے لیکن علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ سابق کو زیادہ ترموزون اور ابلغ ظاہر کرنے کے لئے یہ جواب دیا ہے کہ جب انبیائے عظام سے ایمان و مدد کا وعدہ لیا جا رہا ہے اور ان پر واجب کیا جا رہا ہے کہ وہ خود بشرطِ وجدانِ زمانہ حبیب ایمان لائیں تو کیا امتیں اس عہد سے مستثنٰی ہوں گی؟ نہیں! کیونکہ جب انبیائے کرام پر ایمان لانا لازم ہو گیا تو امم پر بطریقِ اولیٰ فرض ہو گیا، اب اسی صورت میں بعض مفسرین کا مقصود بھی پورا ہو گیا اور حضرت رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب پر فضیلت و شرافت بھی ظاہر ہو گئی۔

۱۷۔ انبیائے کرام و رسلِ عظام کے حق میں کفار اور مشرک لوگ از روئے عناد و بغض جو کچھ بکتے تھے اس کا جواب خود حضرات انبیائے عظام دیتے تھے، جیسا کہ حضرتِ ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کے حق میں اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ کہا تو حضرت نے جواباً يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ فرما کر ان کا رد فرمایا، فرعون نے حضرتِ موسٰی علیہ السلام کو اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا سے یاد کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا تو آپ نے اس کو جواب میں اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا سے یاد کیا، حضرتِ نوح علیہ السلام کے ہمعصروں نے آپ کو اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کہہ کر تکلیف پہنچائی تو آپ نے اس اعتراض کو دفع کرنے کے لئے يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ تکلم فرمایا، علیٰ ہذا القیاس، باقی حضرات انبیائے کرام کی کلام اپنے ہم قرنوں سے ہوتی تھی اور وہ اس کا جواب بذاتِ خود ان کو دیتے تھے، ادھر

ہمارے نبی سید المرسلین کی عظمت و رفعت دیکھیے کہ جب آپ کی شان میں کافروں نے بیجا کلمات (ساحر و مجنون اور رسول و کاہن وغیرہ نازیبا الفاظ) استعمال کیے تو خود خالق و مالک رب العالمین اپنے حبیب کی طرف سے ان الفاظ کے ساتھ کفار کو جواب دیتا ہے

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ہ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ الی اخر الآیات ۔

ناظرین! اب فضیلت حبیب کا آپ موازنہ فرمائیں کہ حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوات والتسلیمات تو خود مطاعن کفار کا جواب دے رہے ہیں اور یہاں حبیب خدا کا خالق، کفار کو ان کے کلمات ناشائستہ کا جواب دے کر ساکت فرما رہا ہے۔

۱۸۔ رب العزت خالق کونین نے اپنی پاک کتاب میں خبر دی ہے کہ امم سابقہ رسل کرام کو ان کے نام لے کر پکارتی تھیں مثل یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۔ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ ۔ يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا ۔ يٰصٰلِحُ ائْتِنَا وغیر ذلک ۔ اور ہمارے نبی کی شرافت و منزلت ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر سب اہل اسلام کو تنبیہ کی کہ خبردار! میرے پیارے حبیب کا اسم مبارک اس طرح بے ادبی کے ساتھ نہ لیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ یہ فضیلت و شرافت سب حضرات انبیائے کرام میں سے صرف آپ کی ہی ذات کے ساتھ مختص ہے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۔

۱۹۔ غور سے سنئے کہ احکم الحاکمین نے پیارے حبیب کو وہ مناصب و فضائل عنایت کیے جس سے وہ حضرات خالی تھے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اور اپنے پیارے نبی

کے حق میں بہت سی قسمیں کھانے کے بعد تاکید کے ساتھ فرمایا وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی، اب وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰی اور وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی میں جو فرق بیّن ہے وہ آپ ملاحظہ فرمالیں، میں اس کو آپ کی باریک بینی و روشن دماغوں پر چھوڑتا ہوں۔

۲۰- الٰہی کتاب میں حضرتِ آدم و داؤد و موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان سے فلاں فلاں لغزش صادر ہوئی اور انہوں نے جب بصدق خشوع و خضوع اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی تو ان کو معافی دے دی گئی اور پیارے حبیب کے حق میں کسی قسم کی لغزش کا ذکر کرنے کے بعد لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ فرما کر امتِ مُذنبہ کے گناہوں پر قلم عفو پھیرنے کا اشارہ سمجھا کر نبی کریم کی عزت و حرمت بلند کی،

خیال کیجئے کہ شفیع المذنبین کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اور آپ کو غم و فکر سے دور رکھنے کے لئے اور آپ کو حوصلہ و تسلی بخشنے کے لئے تو خالقِ دوجہاں نے الہامی کتاب میں آپ کی لغزش کا ذکر نہیں کیا اور تمام خطیّاتِ سابقہ ولاحقہ معاف کر دیں اور باقی حضرات کی لغزشوں کا ذکر فرمانے کے بعد ان کی معافی کا اظہار فرمایا۔ اب آپ خداداد لیاقت سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ خداوندِ کریم کو محبوبِ دوجہاں کی کس قدر عزت منظور ہے اور آپ کے فضل و شرف کی کہاں تک حد ہے۔

۲۱- خداوندِ عالم جل جلالہ و عزّ برہانہ نے قرآنِ مجید میں اپنے حبیب کی تسلی کے لئے جہاں کہیں انبیائے کرام کے حالات بیان کئے ہیں وہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہم اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو ان کے ناموں سے پکارتے تھے مثل یا آدم، یا نوح، یا ہود، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، لیکن حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں کہیں قرآن شریف میں کسی حکم سے یاد کیا گیا ہے، آپ کا اسمِ گرامی بطور منادیٰ نہیں پکارا گیا بلکہ بطور کنایہ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوۡلُ، یَا اَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ یَا اَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ

سے یاد کیا گیا ہے اور ان دونوں صورتوں میں جو تفاوت ہے وہ آپ ملاحظہ فرمالیں۔

۲۲۔ خالقِ دوجہاں نے ہمارے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خاص رتبہ عنایت فرمایا ہوا ہے جو کسی نبی کو میسر نہیں ہوا یعنی خداوندِ عالم نے آیتِ مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ نازل فرما کر واضح کر دیا کہ اس کی ذات قدیم اور اس کی مقدس جماعت ہمیشہ پیارے رسول پر درود شریف بھیجتے رہتے ہیں اور ہمیشہ بھیجتے رہیں گے، اب نہ ذاتِ قدیم کو فنا و زوال اور نہ ہی حضرتِ حبیبِ خدا کے اوصاف و فضائل کا حدّ و حساب، اب جو شخص ذاتِ مقدس کی صفات کا من اولہا الی آخرہا پتہ لگالے گا وہ رسولِ اکرم کے شرف و مجد سے بھی آگاہ ہو جائے گا، ہم تو اس سے بھی عاجز اور اس سے بھی قاصر، یہ شرف و مجد آج تک سوائے ہمارے نبی کے اور کسی کو عنایت نہیں ہوا کہ خود خداوندِ تعالےٰ ازل سے ابد تک کسی کی تعریف و توصیف فرماتا رہے اور اس کی عزت و شرافتِ غیر متناہی کو بیان کرتا ہے۔

۲۳۔ کتاب النوادر میں حضرتِ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبیبِ خدا فخرِ دوجہاں سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اور محمد کو اپنا حبیب پسند فرمایا، پھر خداوند تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے کلیم پر ترجیح دیتا ہوں۔

۲۴۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھ کر "ہذا سید العرب" فرمایا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنکر کہا کہ اس جملہ کے مصداق تو آپ ہیں نہ کہ حضرتِ علی، آپ نے جواباً کہا کہ میں سید العالمین ہوں اور میرا علی سید العرب ہے۔

۲۵۔ حضرت رسولِ مقبول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرتِ آدم سے لے کر قیامت تک جتنے بشر ہوں گے وہ سب حشر کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور فرمایا کہ میں ہی حضرتِ آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اور میں

یہ فخراً نہیں کہتا بلکہ اظہارِ حقیقت ہے اور فرمایا کہ دارالخلد کا دروازہ جو کہ پاک بندوں کی جگہ ہے سب سے پہلے میں ہی کھولوں گا اور میں ہی پہلے داخل ہوں گا اور میری ہی امت سب امتوں سے پہلے اس میں داخل ہو کر اس کو مشرف کرے گی۔

۲۶۔ ایک دن صحابہ کرام بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ بعض تو حضرتِ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ نبی قرار دے کر دیگر حضرات پر ترجیح دیتے تھے اور بعض حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کو خدا کا کلیم بیان کر کے ان کو افضل ثابت کرتے تھے اور بعض حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کے نام سے یاد کر کے سب پر فضیلت دیتے تھے اور بعض حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ سے موصوف فرما کر کے ان کو اعلیٰ بنانے کی کوشش کرتے تھے، جنابِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کی گفتگو سنکر فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام جس جس صفت کے ساتھ موصوف تھے وہ سب اسی طرح ہیں لیکن یاد رکھو کہ میں خداوند عالم کا پیارا حبیب ہوں اور ان سب کا سردار ہوں۔

۲۷۔ ترمذی میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شبِ معراج جب حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے براق کو مزین کر کے رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر کیا تو براق اس وقت اچھلتا اور کودتا تھا، جب جبرائیل نے براق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آج تجھ پر وہ سوار ہو گا جس سے زیادہ اکرم و افضل خدا کے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔ براق کا یہ سننا تھا کہ مارے جلالت اور ہیبت کے اپنا ناچنا کودنا چھوڑ کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

۲۸۔ حضرتِ جبرائیل علیہ السلام تمام پیغمبروں پر خدا کی طرف سے وحی لاتے رہے لیکن عاقبت کے خوف سے وہ بھی بے خطر نہ ہوئے مگر جب انہوں نے ہمارے حضرت کی خدمت میں پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کو بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت سے زیادہ حصہ پہنچا۔

ایک دن حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ کیا تجھے بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت سے حصہ پہنچا ہے؟ عرض کی کہ آپ کی طفیل بارگاہِ

ایزدی سے میرے حق میں ذِی قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ نَعِیْمٍ تعریف و ثنا کی گئی۔ یہ اور یہ آپ کی رحمت کا ہی حصہ ہے جس کی وجہ سے میں عافیت کے خوف و خطرے سے امن میں ہو گیا ہوں۔

۲۹۔ امام بخاری اور مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام مؤمنین جمع ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مناقب و فضائل بیان کریں گے اور کہیں گے کہ ان مناقب سے موصوف ہو کر آپ ہی اس قابل ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے دربار میں ہماری سفارش کریں تاکہ ہم اس جگہ سے آرام پائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کے سامنے عذر معقول فرما کر ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کا اشارہ کریں گے۔ حسب فرمان حضرت آدم علیہ السلام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور سابق کی طرح عرض کریں گے کہ آپ ہماری طرف سے سفارش کیجئے تاکہ ہم اس تکلیف سے نجات پائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس قابل نہیں کیونکہ مجھے بارگاہ ایزدی میں جانے سے شرم آتی ہے۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں وہ آپ کی مراد پوری کریں گے لیکن حضرت خلیل بھی اس امر اہم سے انکار کر کے ان مسلمانوں کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرف جانے کا ارشاد کریں گے اور اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیکر اپنا پیچھا چھڑائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی متقدمین کی طرح سفارش سے انکار کر کے نفسی نفسی کا نعرہ بلند فرما کر ان کو بارگاہ معلےٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتائیں گے کہ یہی اس قابل ہیں کہ تمہاری مراد کو پہنچیں اور تمہاری آرزو کو بر لائیں۔ مؤمنین تمام جگہ سے ناامید ہو کر کہ حبیب خدا کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر سفارش کی آرزو کریں گے۔ حبیب خدا مؤمنین کو ہمراہ لے کر رب العزت سے شفاعت کی آرزو کریں گے اور سجدے میں گر کر اپنے مالک کی وہ حمد و ثنا ادا کریں گے کہ پہلے کسی نے نہیں ادا کی۔ حکم ہوگا سر اٹھائیے اور اپنا مطلب ظاہر کیجئے ہم قبول کریں گے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر عرض کریں گے کہ ان مسلمانوں کو بخشش دے

بعض تو اسی وقت بخشے جائیں گے اور بعض دوبارہ سجدے سے اٹھنے کے بعد اور بعض سہ بارہ
الغرض مطابق فرمان حبیب خدا وہ بھی بخشے جائیں گے جنہوں نے صدقِ دل سے ایک ہی
دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا ہوگا۔

۳۰۔ حضرت رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ امم سابقہ میں سے بعض امتیں صبح سے دوپہر تک کام کرتی رہیں اور بعض دوپہر سے لے کر عصر مزدوری کرتی رہیں لیکن ان کی محنت کا صلہ مساوی طور پر ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا پھر میری امت کو عصر سے مغرب تک احکامِ الٰہی بجالانے کا حکم ہوا اور ان کو دو دو قیراط ملے، پہلی امتوں نے عرض کی کہ اے مولیٰ کریم ان کو دو دو قیراط دئے گئے اور ہم کو ایک ایک قیراط، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے اور ان سے زیادہ محنت کی ہے! پوچھا جائیگا کہ کیا تمہاری مزدوری میں سے ہم نے کچھ کم تو نہیں کیا اور تمہاری اجرت میں ہم نے کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ عرض کریں گے نہیں! خداوندِ عالم کہیں گے کہ یہ میرا فضل ہے، جسے چاہوں زیادہ دوں اور جسے چاہوں کم۔

۳۱۔ حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرافت وعزت کے باعث آپ کی امت کو قرآن مجید میں پیارے الفاظ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے یاد کیا گیا ہے اور باقی تمام امتیں اپنی کتابوں میں یا ایہا المساکین سے مخاطب کی گئی ہیں اور آپ کی امت کی کتبِ سابقہ میں اس طرح تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی ہر حال میں حمد کریں گے اور تسبیح وتحمید سے اس کو یاد رکھیں گے اور فرشتے آسمانوں میں ان کی اذانوں کو سنیں گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کریں گے اور کفار پر سختی کریں گے اور حالتِ رکوع اور سجود میں رہیں گے۔

۳۲۔ طاعون جو کہ پہلی امتوں کے لئے عذاب تھی وہ حضرت کی امت کے لئے رحمت اور شہادت کا باعث ہے، یہ فضیلت اور شرافت بھی حبیبِ خدا کی طفیل ان کی امت کو نصیب ہے۔

۳۳۔ بخاری اور ترمذی، حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے نیک ہونے پر چار مومن گواہی دیں گے اس کو مولیٰ جنت میں داخل کریں گے۔ صحابہ نے کہا کہ اگر تین آدمی اس کے نیک ہونے کی گواہی دیں تو پھر فرمایا وہ بھی بخشا جائے گا اور کہا کہ اگر دو بھی اس کے صالح ہونے پر شہادت دیں گے تو پھر بھی ضرور عذاب الٰہی سے وہ نجات پائے گا۔

۳۴۔ حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام علم اور عفو کے اعتبار سے بھی سب حضرات انبیاء پر فائق تھے کیونکہ انبیاء کرام کو جب کفار نے مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچائیں تو انہوں نے بارگاہ ایزدی میں درخواست کی اور ان کا قلع قمع کرا دیا لیکن ہمارے حضرت ایسے شفیق، ایسے حلیم، ایسے صابر کہ باوجود ہزار دل درد و رنج کفار سے سہنے کے آپ کی پاک روح نے گوارہ نہ کیا کہ کسی کے حق میں دعاء ہلاکت کر کے عذاب الٰہی کی تمنا کریں بلکہ جب کبھی کفار پر بد دعا کرنے کا ذکر آتا یا صحابہ کرام حضرت کو عذاب کے نازل ہونے کے لئے سفارش کرتے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ جبال خدمت میں حاضر ہو کر کفار کو تکلیف دینے کی اجازت طلب کرتے تو آپ بجائے بد دعا کرنے کے ان کے حق میں ہدایت کے طالب ہوتے تھے اور ان کی گوناگوں تکالیف پر صبر و شکر بجالاتے تھے، مروی ہے کہ جنگ احد کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید کر کے آپ کا چہرۂ مبارک کفار نے زخمی کیا تو صحابہ کرام کو سخت ناگوار گزرا اور حضرت کی خدمت اقدس میں کفار پہ بد دعا کرنے کی نسبت عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ لوگوں پر بد دعا کر کے ان کو تکلیف پہنچاؤں بلکہ میرا تو یہ منصب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح ہو سکے، ان کو راہ راست پر لاؤں اس لئے میں بجائے بد دعا کرنے کے یہ کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

حضرت رسول اکرم نے یہ دعا مانگ کر صرف یہی ظاہر نہیں کیا کہ یہ قابل معافی ہیں بلکہ بسبب شفقت بھی معبود حق کے دربار میں ظاہر کر کے ان کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا کہ یہ میری قدر نہیں پہنچانتے اور میرے منصب سے جاہل ہونے کے باعث ان حرکات

ناشائستہ کے مرتکب ہو رہے ہیں، مولیٰ! یہ میری قوم ہے اور میری طرف منسوب ہے توان کو راہِ مستقیم دکھا تاکہ یہ میری قدر پہچانیں۔

مخالفین نے ہمارے حبیب کو جب مختلف قسم کی اذیتیں پہنچا کر پیغامِ الٰہی کی سختی سے مخالفت کی تو حضرت جبرائیل امین خدائے پاک کا پیغام لے کر حاضرِ خدمت ہوئے کہ میرے مولا! مرسل نے پہاڑوں کے داروغہ کو آپ کے فرمان کا مطیع بنا دیا ہے، آپ جس طرح چاہیں دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لئے اس داروغہ سے کام لیں۔ اتنے میں ملک الجبال نے بھی سلام ادا کر کے عرض کی، حکم ہو تو پہاڑوں کو آپ کے دشمنوں پر گرا دوں! کریم النفس نبی نے سنتے ہی فرمایا کہ ان کو مت ضائع کرو، شاید ان کی پیٹھ میں سے خدا ایسے برگزیدہ مسلمان پیدا کرے جو دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا کر شرک و کفر کا ستیاناس کر دیں اور توحید و رسالت کی روشنی پھیلا کر ظلمتِ نفاق و فسق کو غارت کر دیں۔

ایک دفعہ حبیبِ خدا دوپہر کے وقت ایک الگ درخت کے نیچے جنگل میں آرام فرما رہے تھے اور صحابہ کرام بھی آپ سے علیحدہ ہو کر قیلولہ میں مصروف تھے تو غورث بن حارث نے حضرت کو علیحدہ پا کر آپ کو تکلیف پہنچانے کا موقع پایا، تلوار ننگی کر کے حبیبِ رب العالمین کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ حضرت کا دل مبارک چونکہ ہر وقت بیدار رہتا تھا، دیکھا تو ایک مخالف سر پر ننگی تلوار لئے کہہ رہا ہے مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ؟ فرمایا اللہ! نامِ خدا سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر کر آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے فرمایا مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کی ذات حلیم و شفیق کریم محسن معاف کنندہ ہے جس طرح ارادہ ہو میرے ساتھ سلوک کریں، آپ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

وہ رہائی پا کر اپنی قوم کے پاس پہنچا تو اس نے جاتے ہی اپنی قوم کو یہ سنایا کہ میں تمہارے پاس ایسے شخص کے دربار سے واپس آیا ہوں جو خیر الناس اکرم الاولین والآخرین سید الرسل سے موصوف ہے۔ اس کے کہنے پر اس کی تمام قوم مسلمان ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے عذابِ الیم سے رہائی پا گئی۔

ایک اور واقعہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ ایک یہودیہ عورت نے ہمارے نبی کا امتحان لینے کی خاطر آپ کو کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا اور پھر زہر کھلانے کا اقرار بھی کر لیا تو آپ نے نرمی اور بڑی رحم دلی کے ساتھ اس کے قصور پر قلم عفو پھیر کر یہ بات ظاہر کر دی کہ میری نظیر اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں چراغ لیکر بھی ڈھونڈو گے تو پھر بھی دستیاب ہونی صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالت کفر میں حبیب خدا افضل الرسل سے قرضہ لیا تھا۔ ابھی قرضہ اتارنے کی مدت مقررہ باقی تھی کہ حضرت زید نے نبوت پرکھنے کے لئے حبیب خدا سے سختی اور درشتی کے ساتھ قرضہ کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی کئی ایک ناگوار باتیں بھی سنا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالی طبیعت بھلا ایسے کلمات ناشائستہ سن کر کب چپ رہ سکتی تھی۔ آپ نے حضرت زید کو ڈانٹا اور ان کے ساتھ سختی سے کلام کی۔ خیال کیجئے کہ آنحضرت بجائے اس کے کہ حضرت عمر پر خوش ہوتے کہ تم نے میری طرفداری کی ہے اور میرے قرضخواہ کو تو نے میرے سامنے ڈانٹا ہے۔ الٹے حضرت عمر پر ہی خفا ہوئے اور فرمایا کہ اے عمر! تجھے چاہئے تھا کہ ہم دونوں کو نرمی کی ہدایت کرتے یعنی زید کو نرمی سے قرضہ کے مطالبہ کی ہدایت کرتے اور مجھ کو قرضہ کے جلدی ادا کرنے کی رغبت دلاتے نہ کہ تم اس کو میرے خیر خواہ ہو کر ڈانٹنے لگو حالانکہ ہم اس کے مقروض ہیں۔ جا اس کا قرضہ دیدے اور اس سختی کے عوض جو تو نے زید سے کی ہے بیس صاع غلہ زیادہ دے دینا۔ حضرت زید نے کلمات طیبات سنتے ہی فرمایا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور کہا کہ میں نے کتب سابقہ الٰہیہ آپ کا حلم و عفو آزمائش کرنے کو آیا تھا نہ کہ قرضہ لینے کو۔ کیونکہ ابھی قرضہ کی مدت میں تین دن باقی ہیں۔

قریش مکہ سے جب مختلف شدائد حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھا کر فتح مکہ کے دن انہی قریش پر غالب ہوئے تو آپ نے باواز بلند فرمایا کہ تم کو علم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے جواب میں کہا آپ تو ہم سے بھلائی ہی کریں گے کیونکہ آپ اخ کریم اور ابن اخ کریم کے بیٹے ہیں۔ آپ پر تو ہم کو نیکی اور

عفو کی توقع ہے، آپ نے سنتے ہی فرمایا، جاؤ تم آزاد کر دیے گئے۔

دیکھئے! حضرت کو تمام عمر کی تکالیف کا بدلہ لینے کے واسطے خدا نے کیسا موقع دیا کہ سب مخالف و معاند پابہ زنجیر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں لیکن آپ کی رحمت اور رأفت گوارہ نہیں کرتی کہ اپنی قوم کو اس دردناک حالت میں دیکھے اور معافی نہ دے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے نبی کریم کے پاس اس حالت میں لائے گئے کہ آپ ابھی تک علاوہ اسلام سے محروم رہنے کے آپ کے سخت دشمن اور آپ کے پیارے چچا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرا کر ان کا مُثلہ بھی کرا چکے تھے اور حضرت کے صحابہ کرام کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچا چکے تھے اور پھر اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ صحابہ کرام کو شہید کر کے ان کے ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کاٹ کر گلوں کے ہار بنا کر ان کی شہرت دلا کر ذلت کی جاتی تھی تو آپ نے آتے ہی حضرت سفیان کو نرمی کے ساتھ کہا کہ اے ابوسفیان! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو صدقِ دل سے توحیدِ الٰہی اور میری رسالت کا اقرار کرے، حضرت ابوسفیان نے کہا:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا اَحْلَمَكَ وَ اَوْصَلَكَ وَ اَكْرَمَكَ

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کتنے حلیم، صلہ رحمی کرنے والے اور کرم فرمانے والے ہیں!"

حضرات! اس سے بڑھ کر آپ کی فضیلت پر کونسی دلیل ہوگی کہ دشمن بھی باوجود عداوت کے آپ کے حلم و کرم کی بے اختیار تعریف بجا لا رہے ہیں، کسی نے کیا اچھا کہا ہے ع

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

اسی طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن کے لکھنے کی اختصار ہمیں اجازت نہیں دیتا۔

۳۵- حبیبِ خدا اشرفِ انبیا رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بنی اسرائیل کی فضیلتوں کا ذکر آیا، آپ نے فرمایا کہ جس قدر میری امت کو خداوند عالم نے فضائل عنایت کئے ہیں اور جس قدر اس پر اپنی عنایتیں اور شفقتیں فرمائی ہیں اور کسی پر نہیں، بنی اسرائیل میں

جب کوئی گناہ کرتا تھا تو صبح ہی اسکے دروازے پر خدا کی طرف سے مرقوم ہوکر اس کی ذلت و رسوائی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتی تھی اور دین و دنیا میں وہ شرمندہ ہو کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا تھا اور ان کی قربانی کی قبولیت کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی قربانیوں کو ایک مقرر جگہ پر رکھ آتے تھے، خداوند تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو مقبول قربانیوں کو ہلاک کر جاتی تھی اور ان لوگوں کی جو قربانیاں مردود ہوتی تھیں وہ اسی طرح صحیح و سالم پڑی رہتی تھیں۔ گنہگار لوگ اپنی قربانیوں کو اسی طرح دیکھ کر مارے ذلت و رسوائی کے اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اقارب کو خیرباد کہہ دیتے تھے اور ان کی ندامت ان ایسی حاوی ہوتی تھی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے تھے۔ اور اگر ان کے بدن یا کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تھا تو حکم تھا کہ بدن یا کپڑے کو وہاں سے کاٹ دیا جائے اور ان کی توبہ یہ تھی کہ نیک آدمی اپنے گنہگار بھائی یا اپنے گنہگار والدین کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے اور اس میں دونوں کا امتحان تھا تاکہ معلوم ہو کہ اتباعِ شریعت میں کہیں اخوت، ابوت سدِ راہ ہو کر مانع تو نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو اس کا عوض بھی اس کو صرف قتل کرنا تھا اور ان میں دیت (روپے کا ادا کرنا) یا خون کو معاف کر دینا بالکل نہیں تھا بلکہ ان پر ضروری تھا کہ مقتول کے عوض قاتل کو قتل کر دیا جائے اور اگر برے کام کا ارادہ بھی کرتے تھے تو وہ ان کے نامۂ اعمال میں برابر لکھا جاتا تھا۔

علامہ فریابی اپنی تفسیر میں محمد ابن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے کسی نبی اور کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس پر آیت شریف کا مضمون اتارا گیا تھا، آیت شریف اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ (اگر اپنے دلوں کی بات کو تم ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا تعالیٰ تم سے اس کا ضرور حساب لے گا) امم سابقہ انبیاء کرام کو کہتی تھیں کہ جو باتیں ہمارے دلوں میں ہیں اور ہم نے ان پر عمل نہیں کیا اس پر بھی ہم ماخوذ ہوں گے؟ اسی بنا پر وہ کفر کرتے تھے اور گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے تھے۔

اب یہاں حبیبِ خدا کی عزت و حرمت دیکھئے اور آپ کی افضلیت کا موازنہ کیجئے کہ پیارے حبیب کے دل پر کسی قسم کا غم و فکر نہ ڈالنے کے لئے آپ کی گنہگار امت کی بنی اسرائیل کی طرح ان کے دروازوں پر گناہ لکھ کر پردہ دری نہیں کی جاتی اور امتِ مرحومہ کی توبہ کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ بصدقِ دل ندامت اختیار کرنے سے سب گناہ کافور ہو جاتے ہیں اور قربانی کرنے سے بھی کسی قسم کی ذلت و رسوائی بین الخلائق نہیں ہوتی کیونکہ جو وہاں طریق تھا وہ یہاں نہیں ہے، صرف اتنی بات ہے کہ تم قربانیوں کو مولا کی راہ میں قربان کر دو، وہ خود قبول کرے گا، اس حکم میں بھی امتِ مرحومہ کے نیک اور بد مستورالحال رہتے ہیں۔ اسی طرح بدن یا کپڑے پر پیشاب لگنے کے وقت صرف اس کو دھو دینے کا ہی حکم دیا گیا ہے۔ قتلِ عمد کے وقت یہاں یہ سہولت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ مقتول کے وارث مختار ہیں خواہ مقتول کے عوض قاتل کی جان لیں یا اس سے اس کی قیمت یعنی دیت لے لیں یا بالکل ہی معاف کر دیں اور اسی طرح سے برے کام کے ارادے پر ان کے نامۂ اعمال میں کوئی برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر نیکی کرے تو اس کے عوض کم از کم دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برے ارادے کے بدلنے پر بھی نیکی لکھی جاتی ہے پہلی امتوں پر ایک نیکی کے عوض میں ایک نیکی لکھی جاتی تھی اور صرف برے ارادے پر گناہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا تھا خواہ مابعد ارادے کو بدلیں یا نہ بدلیں۔

امتِ مرحومہ کی شرافت اور نبی کریم کی افضلیت امام بیہقی نے وہب بن منبہ سے جو حدیث نقل کی ہے، صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے یعنی خداوندِ عالم نے جب موسٰے علیہ السلام کو ہمکلامی کا شرف بخشا تو حضرت موسٰے علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے مولیٰ! میں توریت میں دیکھتا ہوں کہ ایک امتِ مرحومہ کے اوصاف اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ وہ نیک کاموں کی ترغیب دے گی اور برے کاموں سے منع کرے گی اور تجھ پر بصدقِ دل ایمان لائے گی، اس کو میری امت قرار دے، فرمایا کہ وہ امت میرے پیارے حبیب احمدِ مجتبےٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، پھر

عرض کی کہ میں توریت میں پاتا ہوں کہ وہ امت اپنے سینوں میں کتابِ الٰہی رکھے گی اور صبح وشام اس کا ورد کرے گی۔ ایسی امت کو میری امت مقرر فرما کر مجھے مشرف فرما، فرمایا وہ امت میرے پیارے حبیب کی امت ہے، پھر عرض کی کہ میں توریت میں یہ بھی پاتا ہوں کہ ایک ایسی امت ہے جو کہ کتاب اول و آخر پر ایمان لائے گی اور مشرکوں اور کافروں کو قتل کرے گی، یہاں تک کہ دجالِ اعور کو بھی جہنم رسید کرے گی، میری تمنا یہ ہے کہ مجھے یہ امت بخشی جائے! فرمایا اس امت کا سردار میرا حبیب سید الاولین والآخرین ہی ہے، حضرت موسٰے علیہ السلام نے پھر التجا کی کہ میں توریت میں ایک امت کا یہ بھی وصف پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور آگ آسمان سے اتر کر پہلی امتوں کے صدقات کی طرح ان کو نہیں کھائے گی (کیونکہ پہلی امتیں اس طرح صدقہ دیتی تھیں کہ صدقہ کو باہر رکھ دیتی تھیں اور آگ آ کر کھا جاتی تھی، وہ صدقہ مقبول ہوتا تھا اور جس صدقہ کو آگ نہیں کھاتی تھی وہ صدقہ مردود ہوتا تھا، وہ آدمی لوگوں میں ذلیل و رسوا ہوتا تھا) جواب ملا یہ امت بھی وہی امت ہے جس کا سالارِ قافلہ شفیع المذنبین نذیر و بشیر محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام ہے، پھر عرض کیا کہ میں توریت میں ایک امت اس شان کی پاتا ہوں کہ اگر وہ برے کام کا ارادہ بھی کرے گی تو نامۂ اعمال میں درج نہیں ہوگا۔ اگر وہ اس پر عامل ہو گی تو ایک ہی گناہ نامۂ اعمال میں درج ہوگا، اگر نیک فعل کا قصد کرے گی تو پھر بھی باوجود نہ عمل کرنے کے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس ارادۂ نیک پر عامل ہوگی تو اس کے عوض کم از کم دس نیکیاں اور پھر حسبِ مراتب سات سو نیکیوں تک منجانب اللہ ہوں گی مجھے اس امت کا رسول مقرر فرما، فرمایا یہ امت احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

پھر عرض کیا کہ توریت میں ایک امت ہے جن کی دعائیں قبول ہوں گی اور اوصاف حسنہ سے موصوف ہوں گی، فرمایا یہ امت روزِ اول سے پیارے احمد کے لئے مقرر ہو چکی ہے یہ کسی اور کو میسر نہیں ہو سکتی۔ پھر آخر میں حضرت کلیم اللہ نے عرض کی کہ یہ امت میرے نصیب نہیں ہو سکتی تو پھر مجھے اس امت کے افراد میں ہی شامل کر اور اپنے

پیارے احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا فخر عطا کر! فرمایا وہ پیارا نبی خاتم النبیین آخر وقت میں آئے گا اور تمہاری رسالت کا اب وقت ہے اس لئے تم اس کی امت نہیں ہو سکتے، ہاں دار الجلال میں تم دونوں کو عنقریب ہی جمع کروں گا پس اسی آرزو پر حضرت موسےٰ علیہ السلام کو خداوند کریم نے دو نعمتیں عنایت کیں، فرمایا یٰمُوسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَاتِی وَبِکَلَامِی فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ، جواباً حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کی قَدْ رَضِیْتُ یَا رَبِّ (اے مولیٰ جو تو نے مجھ کو شرفِ رسالت و مکالمت کا بخشا ہے میں اس پر راضی ہوں)

۳۶- نبی کریم رسولِ اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا یہ بھی بدیہی نشان ہے کہ آپ کی شریعت بہ نسبت شرائع سابقہ اکمل اور جامع ہے جو امورِ مستحسنہ و اوصافِ جلیلہ دوسری شرائع میں تھے وہ سب شریعتِ نبوی میں جمع کر دیئے گئے اور مطابق فطرت و اخلاق و تمدن انسانی کے شریعتِ غرّاء نے احکام صادر فرمائے ہیں، اگر سابقہ شرائع کی طرح محض احکام جلالیہ و جمالیہ سے یہ شریعت موصوف ہوتی تو پھر اس امتِ مرحومہ کا اس پر عامل ہونا کارے دارد والا معاملہ تھا، حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کی شریعتِ مطہرہ محض جلال و قہر کی مظہر تھی، متبعین کو حکم تھا کہ توبہ میں اپنی جانوں کو قتل کریں، چربی ان پر حرام کی گئی تھی اور حیوان ذوات الظفر ممنوع تھے اور غنائم کا مال ان پر حرام تھا عقوبتیں ان پر دنیا ہی میں نازل ہو کر ان کا ستیاناس کر دیتی تھیں، انہوں نے ایسی سخت تکالیف اور بوجھ اٹھائے جن کے اٹھانے سے ہماری طبیعت عاجز نظر آتی ہے اور خود حضرتِ موسےٰ علیہ السلام ایسے رعب و دبدبہ والے تھے کہ ان کی طرف نظر اٹھانا مشکل ہوتا تھا اور مارے ہیبت و جلال کے ان کے پاس بیٹھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔

حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام مظہرِ جمال تھے اور ان کی شریعت غرا بھی جمال ہی کا نمونہ تھی اور فضل و احسان سے مملو تھی، اس میں لڑنے جھگڑنے کا قطعاً حکم بند تھا اور قتل و تخریب سے بالکل ممانعت تھی اور نرمی و احسان کی ہر وقت ہدایت تھی۔ انجیل میں مرقوم ہے کہ اگر تجھے

کوئی دائیں رخسارہ پر طمانچہ مارے تو تو اس کے آگے اپنا بایاں رخسارہ بھی کر، اگر تجھ سے کوئی کپڑا چادر وغیرہ چھینے تو تو نہ بند دستار وغیرہ بھی اس کے حوالے کر دے۔ اگر تجھے کوئی مجبور کرے کہ میرے ہمراہ ایک میل چل تو تو اس کے ساتھ دو میل جا۔ الغرض حضرت عیسٰے علیہ السلام کی شریعت فضل و احسان تھی اور اس میں وہ مشقتیں اور تکلیفیں نہ تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھیں۔

اب رسول اکرم حبیب خدا کی شریعت دیکھئے کہ وہ رحمت و شدت دونوں کی جامع ہے اور عدل و انصاف کی ہادی ہے یعنی شریعت مطہرہ میں عدل و انصاف واجب و فرض ہے اور فضل و احسان مستحب ہے اور سختی کی جگہ میں سختی اور نرمی کی جگہ نرمی کا استعمال کرنا قانون محمدی ہے مثل وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا عدل و انصاف ہے فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ پس یہ احسان بشرع ہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ظلم کے حرام ہونے پر صریح دلیل ہے وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ فضل و استحباب کی راہ دکھا رہی ہے۔ شریعت مطہرہ قانون احمدی نے طیبات کو حلال قرار دیا اور خبائث اور نجس اشیاء کو حرام مضر فرمایا۔

حضرت رسول اکرم افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم نے ان محاسن و شمائل سے مزین فرمایا جو کہ جلال و جمال دونوں کے جامع تھے۔ مقام جلال میں جلالیت سے کام لیا جاتا ہے اور مقام جمال میں جمالیت کو استعمال کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ شارع اور اس کی شریعت ہر صفت حسنہ سے موصوف اور ہر مکروہ امر سے متنفر و بیزار تھے اور جو فضائل و خصائل حمیدہ انبیاء کرام و شرائع ماضیہ میں متفرق طور پر تھے وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں جمع تھے۔

۳۷۔ پہلی امتیں جب حد سے زیادہ رسولوں کی نافرمانی کرتی تھیں اور نبی بھی تنگ آجاتے تھے تو اس وقت وہ رسول بددعا مانگتے تھے تاکہ عذاب عام دنیا میں ہی نازل ہو کر پلید اور نافرمانوں کا قلع قمع کر دے۔

حضرت نوح اور حضرت موسےٰ اور حضرت صالح و ہود و حضرت شعیب

علیہم الصلوات والتسلیمات کی قوموں کا حال ملاحظہ ہو کہ یہ سب بباعث نافرمانی نیست و نابود ہو گئیں اور ان کا زمانہ میں نام و نشان بھی نہ رہا۔

ہمارے نبی افضل الرسل کی شان دیکھئے اور ان کی رحمتِ واسعہ کا خیال کیجئے کہ آپ کی ذات نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ بھی اپنی نافرمان امت کا بددعا کر کے بذریعہ عذابِ عام دنیا ہی میں ستیاناس کر دیں بلکہ آپ نے اپنی جان پر تکلیفیں اٹھائیں، پتھر کھائے زخمی ہوئے لیکن امت پر بددعا نہ کی، صرف یہی نہیں کہ آپ کے زمانہ تک عذاب کا نہ آنا تھا بیچھے امت نافرمان پر سابقہ امم کی طرح عذابِ الیم نازل ہوگا، نہیں بلکہ قیامت تک نبی رحیم کی امتِ مذنبہ اس عذابِ عام سے مطابق وعدہ قرآنِ مجید محفوظ و مامون رہے گی، یہ بھی آپ کی فضلیت و عظمت کی اعلیٰ نشانی ہے کہ آپ نے سابقہ رسلِ عظام کی طرح جلدی بد دعا کر کے اپنی امت کو عذابِ عام کا مورد نہیں بنایا بلکہ یہ ثابت کر دکھایا کہ میں ہی ان سب کا سردار اور میں ہی ان سب کا مقتدا اور پیشوا ہوں کہ ہر ایک امر کو اپنی شان کے مناسب زیرِ عمل کر کے اپنی فضیلت کو بالبداہت ظاہر کرتا ہوں۔

۳۹۔ ایک لمبی حدیث میں نبی کریم و رحیم صادق و مصدوق سے وارد ہے کہ میری امت ہر ایک نبی کی امت سے قیامت کے دن کمیت میں زیادہ ہو گی یعنی جس قدر میری امت کے افراد ہوں گے اور کسی کی امت کے نہیں ہوں گے، اور دوسری حدیث میں منقول ہے کہ الدال علی الخیر کفاعلہ اور یہ امر مسلم ہے کہ آپ کی امت جب سب سے زیادہ ہو گی تو باعتبار اعمالِ صالحہ کے بھی سب پر فائق ہو گی اور مطابق حدیث ثانی آپ کی امت کے سب اعمالِ صالحہ کا ثواب آپ کو بھی برائے رفعتِ شان و علوِ مکان دیا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ باعتبار اعمالِ صالحہ ثواب کی کثرت کے بھی ہمارے نبی سب انبیاء پر فائق ہوں گے، اسی رفعتِ شان و علوِ مکان کو شبِ معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر بسبب غبطہ رو پڑے تھے کہ یہ پیارا نبی باوجودیکہ دنیا میں تھوڑی دیر رہے گا لیکن پھر بھی اس کی امتِ صالحہ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہو گی اور آپ کو وہ مراتب و مناصب عنایت ہوں گے

جس سے باقی سب حضرات انبیاء کرام خالی ہوں گے کاش کہ مجھے بھی یہ مرتبہ عطا ہوتا اور میری امت بھی اس نبی کی امت کی طرح کثرت سے جنت میں داخل ہوتی۔

پہلے انبیاء کرام و رسل عظام کی کتابیں تغیر و تبدل سے محفوظ نہ رہیں بلکہ جس کسی نے چاہا اپنی حسب منشا کمی و زیادتی کر کے اپنا مطلب پورا کر لیا، انجیل کو آپ غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تاریخی کتاب ہے اور اس میں انسانوں کے الحاقی جملے کثرت سے ہیں۔ اس امر کے بعض منصف پادری بھی اپنی تصانیف میں صاف طور پر اقرار کرتے ہیں کہ انجیل تغیر انسانی سے محفوظ نہیں رہی، خیال کیا جائے تو منشا اس تغیر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب سابقہ کی محافظ مطابق آیت شریفہ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ پہلی امتیں تھیں اور امتیں بباعث ضعف انسانی ان کی حفاظت کا حق کما حقہٗ ادا نہ کر سکیں۔ عدم حفاظت کے باعث ہی کتب سابقہ اس بات کی مستحق نہ رہیں کہ ان کو کتب الٰہیہ کا خطاب دے دیا جائے اب یہاں حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب مجید کی حفاظت کا مطابق اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ خود خداوند عالم جل جلالہ و عم نوالہ نے ذمہ لے لیا ہوا ہے اسی سبب سے عرصہ ۱۳۴۲ سال سے لے کر آج تک اس کتاب الٰہی کی زیر و زبر میں فرق نہیں آیا۔

مخالفین نے سر توڑ کوششیں کیں کہ اس پر بھی اپنا ہاتھ صاف کریں لیکن وہ کس طرح یہ کام کر سکتے تھے جبکہ خود اس کا مالک حقیقی قیامت تک اس کا متکفل ہو رہا ہے۔

خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی فصیح و بلیغ نے خلیفہ مامون کے دربار میں حاضر ہو کر ایسی عمدہ کلام کی اور اس طرح فصاحت و بلاغت کے ساتھ ما فی الضمیر کو ظاہر کیا کہ مامون کو بے اختیار اس کے حسن کلام کا انتظار کرنا پڑا۔ مامون نے یہودی کو کہا کہ تم اسلام سے مشرف ہو جاؤ کیونکہ نجات اسی میں ہے اور یہی دین مستقیم اور محفوظ عن التغیر والتبدل ہے اس نے انکار کیا اور واپس چلا گیا۔ عرصہ کے بعد جب پھر وہ یہودی دربار خلیفہ مامون میں حاضر ہوا تو اس وقت مسلمان تھا۔ خلیفہ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر دریافت کیا کہ سناؤ کیسے مسلمان ہوئے اور اس نعمت عظمیٰ سے کیسے بہرہ یاب ہوئے؟ یہودی نے کہا یہاں

سے بوقت واپسی میرے دل میں خیال آیا کہ مذاہب کی تحقیق کرنی چاہیئے اور ان کو اچھی طرح پرکھنا چاہیئے جون سا مذہب بعد از تحقیق و تفتیش کسوٹی پر درست اترے گا اس پر ایمان لانا چاہیئے اور اسی پر زندگی بسر کرنی چاہیئے ہیں نے تحقیق کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ توراۃ کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور اس میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا کر یہودیوں کے معبد میں جا کر بڑے بڑے علماء یہود کے پاس اس کو فروخت کرآتا تھا اور وہ بغیر کسی چون و چرا یا تفتیش و تحقیق کے اس کو خرید لیتے تھے اور اس کو اپنا معمول بنا لیتے تھے، جب میں نے یہود کی یہ حالت دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مذہب قابلِ اعتماد نہیں اور اس سے روگردان ہونا چاہیئے کیونکہ دار و مدار مذہب کی کتاب پر ہے۔ جب کتاب میں کمی و زیادتی میں نے کر دی ہے اور اس پر کسی نے اخذ نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ یہ مذہب مختلط و مشکوک ہے۔

پھر میں نے مذہبِ نصاریٰ کی طرف توجہ کی اور ان کی کتاب انجیل کو لکھ کر بہت جگہ اس میں تحریف و تنسیخ کی، الٰہی انجیل کو ایک مخترع اور مختلط انجیل تیار کر کے میں نے کلیسا میں راہبوں کے پاس فروخت کر دیا، انہوں نے بھی بغیر کسی جرح و قدح کے اس کا خیر مقدم کیا اور بڑی محبت و تپاک کے اس کو خرید لیا۔ جب میں نے مذہبِ نصاریٰ اور کتابِ نصاریٰ کی یہ کیفیت ملاحظہ کی تو یہاں سے بھی دل نے نفرت ظاہر کی۔

اب مجھے یہ خیال ہوا کہ مذہبِ اسلام اور اہلِ اسلام کی کتاب کا امتحان لینا چاہیئے کہ یہ بھی پہلے مذہب کی طرح غل و غش سے بھرا ہوا ہے یا کہ تمام کدورتوں اور خرابیوں سے پاک و صاف ہے۔ میں نے الٰہی کتاب قرآنِ مجید کو بھی حسبِ سابق بہت سی من گھڑت باتیں ملا کر لکھا اور علمائے کرام کے پاس ان کی متبرک کتاب اور ان کے دین کی بنیاد کو فروخت کرنا چاہا۔ حضرات علمائے عظام نے جب اس کو کھول کر دیکھا اور پڑھا اور اس میں تغیر و تبدل کے نشانات دیکھ کر مخترع قرآن کو جان لیا اور کہا جس کتاب پر دینِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دار و مدار ہے وہ یہ نہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر احکامِ الٰہی کی تبلیغ کرنے آئے تھے کیونکہ وہ تحریف و تغییر سے قیامت تک موافق وعدۂ الٰہی

مضمون ہے اور یہ نسخۂ مکتوبہ تمہارے اختراعی جملوں سے معمور ہے اس لیے یہ قابلِ التفات نہیں کہ اس کو خریدا جائے اور اس پر نظرِ عزت ڈالی جائے۔

میں نے اس صادق کتاب کی یہ حالت دیکھ کر اسی وقت بہ تصدیقِ دل کلمۂ شہادت پڑھا اور دل و جان سے تصدیق کیا کہ اگر آجکل کوئی مذہب سچا اور کوئی دین برحق اور کوئی رستہ مقصودِ حقیقی کو پہنچانے والا ہے تو یہی مذہب اسلام ہے کیونکہ میں نے ہرچند کوشش کی کہ اس میں تغیر و تبدل ہو لیکن میری ایک نہ چلی معلوم ہوا کہ باقی سب مذاہب تغیر و تبدل کو قبول کر سکتے ہیں، ایک اسلام ہی برگزیدہ دین ہے جو اس عیب و نقصان سے منزہ و مبرا ہے۔

اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے صریح طور پر واضح ہوتا ہے کہ کتب سابقہ میں معاندین تغیر و تبدل کر کے اپنی مراد کو پا گئے لیکن بیچاروں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے کہ اس محمدی کتاب میں زیر و زبر کا فرق ہو مگر خداوندی طاقت کے روبرو بھلا کس کی جرأت ہے کہ اس کے خلاف کوئی ایسا کام کرے جس میں اس کی رضامندی نہ ہو۔

میں ان سب واقعات کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں لیکن اختصار کی خاطر زیادہ نہیں لکھتا کہ مضمون لمبا نہ ہو جائے۔ موقع ملا تو اس کو دوسرے وقت بیان کروں گا۔ یہ بھی آپ کی افضلیت کے لیے دلیلِ روشن ہے، غور سے دیکھیں:۔

۴۔ حضرات! اگر آپ نے افضل دین، افضل کتاب، افضل رسول کا علم حاصل کرنا ہو تو اس کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ بالفرض جتنی کتابیں الہامی و غیر الہامی صفحۂ ہستی پر موجود ہیں ان سب کو سمندر میں نیست و نابود کر دیا جائے اور صفحۂ ہستی سے ان سب کو مٹا دیا جائے اور دنیا میں کتابوں کے ظاہری وجود کے اسباب (قلمیں، دواتیں، کاغذ، سیاہی، کاتب، مطابع وغیرہ) مفقود ہو جائیں تو اس وقت شمعِ عقل کو جلا کر نظرِ انصاف سے دیکھو کہ باوجود اس قدر سعی بلیغ کے کہ دنیا میں کوئی کتاب باقی نہ رہے پھر کونسی کتاب اپنی ابدی زندگی کا ثبوت دے کر صفحۂ ہستی پر جلوہ افروز رہتی ہے۔ صاف طور پر اس امر کا ہر ایک مخالف و موافق کو اقرار کرنا پڑے گا کہ زندہ دین اور زندہ کتاب اور یہ صحیفۂ الٰہیہ اہلِ اسلام کے پاک سینوں میں موجود ہے جس کو نہ گھن خراب کر سکتا ہے

نہ ہوا اپنا اثر دکھا سکتی ہے نہ پانی و آگ اپنی قوت وہاں ظاہر کر سکتی ہیں، پھر یہ کتابِ خداوندی جس کا رسول افضل المرسلین سید الاولین والآخرین سے موصوف ہے، اس کے حافظ ہر ایک ملک ہر ایک شہر ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں میں بوڑھوں سے لے کر بچوں تک موجود ہیں اور شب و روز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں، پھر یہی نہیں کہ جماعتِ مرداں اس شرف سے مشرف ہو بلکہ فرقۂ اناث میں ہزاروں عورتیں موجود ہیں جن کے سینوں میں یہ امانتِ خداوندی محفوظ ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ امانت اس شخص کے حوالہ کی جاتی ہے جس کو امین سمجھا جاتا ہے اہلِ اسلام میں بھی بعض ایسے گروہ موجود ہیں جو اپنی سرکشی و طغیانی کے باعث اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہ کر امین کے لقب سے نامراد رہے ہیں، بہتیری کوشش کرتے ہیں کہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھ کر خیانت کے دھبہ سے بری ہو جائیں لیکن اس خائن گروہ کو مولیٰ کریم نے آج تک اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز نہیں فرمایا کیونکہ وہ امین نہیں ہے۔

حضرات! آپ دیہات میں چلے جائیں تو آپ کو اہلِ اسلام کے چھوٹے چھوٹے بچے کثرت سے ملیں گے جن کے سینوں میں کتابِ الٰہی بغیر کسی عیب و نقصان کے محفوظ ہو گی کتنا ہی مہیب آدمی کیوں نہ ہو، جب کبھی ان کے سامنے قرآن شریف کی قرارت کے وقت زیر و زبر کی غلطی کرے گا تو بلا روک ٹوک جھٹ چھوٹا سا بچہ حافظِ قرآن اس کو بند کر دے گا کہ تم فلاں جگہ سے غلط پڑھتے ہو یا بالفرض مطبع میں کوئی اعراب کی غلطی طبع ہو جائے یا کوئی ملحد اپنی طرف سے پاک معصوم کتاب میں کمی و زیادتی کرے تو اس وقت سب چھوٹے بڑے کہہ دیں گے کہ اس میں یہ غلطی ہے اور فلاں جگہ اس میں نقصان واقع ہوا ہے۔

اس الٰہی کتاب کی خدائی حفاظت دیکھئے کہ ایک جماعتِ حفاظ اسی کام پر مقرر ہے کہ قیامت تک شب و روز اس کے الفاظ و اعراب کی نگہبانی کرے اور سلسلہ بہ سلسلہ اپنے جانشین اسی کام پر چھوڑتی جائے تاکہ اس میں سرِ مو فرق نہ آسکے۔ جماعتِ علماء تعلیمِ معانی کے لئے مقرر ہے فرقۂ قراء اس کتاب کے حروف اپنے مخارجِ صحیحہ سے ادا کرنے کے لئے مامور ہے، غرض خداوندِ عالم نے اس کی حفاظت کے لئے خود بخود ایسے اسباب مہیا کئے ہیں اور اس عمدہ

طریق سے اس کی نگہبانی کی جاتی ہے کہ عقل حیران ہے اور بلا توقف یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہی کتاب افضل اور یہی رسول افضل ہے، کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ و اعراب کی حفاظت اس خاص طریق پر بغیر کسی جبر و اکراہ کے شب و روز کی جاتی ہو یا وہ کتاب ان کو حفظ ہو، انجیل و توراۃ و زبور آجکل دیکھی جاتی ہیں، ان کی حفاظت کے لئے لاکھوں روپے مختلف مصارف میں خرچ ہوتے ہیں، پادریوں کی تنخواہیں مقرر ہیں کہ لوگوں کو انجیل سناتے پھریں، مدرسوں میں طلباء کو جبراً انجیل سنائی جاتی ہے، باوجود اس کوشش کے پھر بھی انجیل کسی کو یاد نہ ہوئی اور وہ تغیر و تبدل سے محفوظ نہ رہ سکی۔

معلوم ہوا کہ جو کتاب خدائی حفاظت کے سبب لاکھوں بلکہ کروڑوں کے سینوں میں بند ہے وہی کتاب حق ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ مذاہب دنیا میں سے کوئی مذہب سوائے مذہب اسلام کے نہیں جو اپنی حقانیت کے ثبوت میں ایسے دلائل قویہ و براہین ساطعہ پیش کرے جن کو منکر سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آئے۔

۴۰۔ خداوند جل جلالہ کو اپنے پیارے حبیب حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا جوئی اس قدر منظور ہے کہ اور کسی کی نہیں وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى صاف طور پر واضح کر رہا ہے کہ ہم تجھ کو اے حبیب اس قدر انعامات و کرامات عنایت کریں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ انعامات کی حد حضرت حبیب خدا کی رضا اور خوشی پر ہے اور حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تب تک خوش نہیں ہوں گے جب تک ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند فردوس میں مروی ہے کہ جب یہ آیت شریفہ ولسوف یعطیک نازل ہوئی، تو حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں راضی نہیں ہونگا جب تک میری امت سے کوئی ایک بھی دوزخ میں رہے گا۔ یہ فضیلت خاصہ بھی ہمارے حبیب اکرم کے ساتھ مخص ہے۔

۴۱۔ شبِ معراج کو جب رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعیت حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت تمام رسل عظام و انبیاء کرام و ملائکہ حاضر تھے، جب صفیں درست ہوگئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حبیب خدا افضل الانبیاء کو اشارہ کیا کہ آپ آگے ہو کر ان کو نماز پڑھائیے کیونکہ آپ ہی ان سب سے افضل ہیں اور آپ کے استقبال کے لیئے ہی یہ سب حضرات حاضر ہیں اور آپ کی شان کے ہی مناسب خلعتِ سیادت ہے، اس منصب کے لائق ہیں کہ ان سب کے امام مقرر ہوں کہ امام النبیین کہلائیں۔ علامہ ابن حبیب نے کہا ہے کہ آیت وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا بیت المقدس میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ تمام حضرات انبیائے کرام و رسل عظام شبِ معراج کو وہاں برائے حاصل کرنے فخر اقتدا و استقبال حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے تھے۔

۴۲۔ انبیائے بنی اسرائیل تبلیغ و دعوت کے متعلق جو حقوق ادا کرتے تھے، وہی حقوق حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علمائے ربانی قیامت تک ادا کرتے رہیں گے جن اوصافِ حسنہ سے وہ حضرات مزین تھے، انہی سے ہمارے حبیب کے عاشق صادق دل و جان سے تابعدار موصوف ہیں۔ حدیث شریف عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اس مضمون پر صریح دال ہے، غور سے دیکھا جائے تو حضرتِ رسولِ اکرم کی ظاہری غیبوبت کے بعد تلاوت و تعلیمِ قرآن و تزکیۂ نفوس جو آپ کی رسالت کے ساتھ وابستہ ہے، ان کا حق کون ادا کر رہا ہے اور رسالت کا جائز وارث ہو کر کون اس ورثہ کو پہنچا رہا ہے جس کے لیئے پیغمبر مبعوث ہوئے تھے تو ہمیں کہنا پڑیگا کہ اس منصب جلیل کو حضرات علمائے ربانی جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے وہی ادا کر رہے ہیں کیونکہ اگر ان کو تسلیم نہ کیا جائے تو تبلیغ و دعوتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک قسم کی تنقیص معلوم ہوتی ہے، گویا تبلیغ کا دروازہ حضرت کی زندگی ہی تک محدود تھا اور بس، حالانکہ آپ قیامت تک تمام جن و انس کے لیئے پیغمبر ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں اور قیامت تک اس حقِ رسالت کو ادا کرتے رہیں گے یعنی تلاوتِ کتاب، تعلیمِ قرآن و

حکمت، تزکیۂ نفوس اپنی دنیاوی ظاہری زندگی میں بذاتِ خود امت کو سکھاتے رہے اور اس کے بعد بالواسطہ اپنے شاگردوں کی معرفت جن کا نام علمائے ربانی ہے قیامت تک اس منصبِ رسالت کو ادا فرماتے رہیں گے۔ یہ فضیلت و بزرگی بھی حبیبِ خدا کو خاص طور پر منعمِ حقیقی نے عطا کی ہے کہ حبیب کے شاگرد قیامت تک وہ کام کرتے رہیں گے جو پہلے حضرات انبیائے بنی اسرائیل بجالاتے تھے، فضیلت ملاحظہ ہو۔

۴۳۔ علامہ نورالدین حلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں بلکہ بعض حفاظِ حدیث نے بھی اس کو قریب الصحۃ کہا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو، وہ اگر میری محبت کے باعث اور میرے نام سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے لڑکے کا نام محمد رکھے تو وہ دونوں باپ بیٹا جنت میں داخل ہوں گے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں سریج بن یونس سے روایت کرتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے ایک جماعت فرشتوں کے لئے یہ عبادت مقرر کی ہوئی ہے کہ جن گھروں میں اسم احمد یا محمد کا کوئی مسمّٰی ہو۔ ان کی شب و روز حفاظت کیا کریں چنانچہ وہ سیر کرتے رہتے ہیں۔ در پئی ڈیوٹی پر برابر کمربستہ ہیں۔

حضرتِ جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ جس مسلمان کا نام محمد ہے وہ جنت میں اس نام کی عزت و حرمت کے باعث داخل ہو جائے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خداوند تعالیٰ اس شخص کو جس کا نام محمد ہو گا، بروزِ قیامت کہیگا کہ تجھے حیا، و شرم نہ آئی جبکہ تو نے میرے احکام کی نافرمانی کی تھی حالانکہ تیرا نام محمد ہے لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ میں تجھے عذاب دوں جبکہ تیرا نام میرے حبیب کا نام ہے پھر ذاتِ باری فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس شخص کو جس کا نام محمد تھا جنت میں داخل کر دو۔

حضرتِ علی سے مروی ہے کہ اگر کسی قوم نے کوئی مشورہ کیا اور اس شخص کو اس مشورہ میں داخل نہیں کیا تو وہ مشورہ باعثِ خیر و برکت نہیں ہو گا۔

علامہ روح البیان لکھتے ہیں کہ جس شخص کی عورت حاملہ ہو اگر وہ شخص یہ نیت کرے کہ میں اس بچہ کا نام محمد رکھوں گا تو خداوند تعالےٰ اس شخص کو لڑکا ہی عطا فرماتا ہے اور یہ بھی روح البیان میں لکھا ہے کہ جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو اگر وہ یہ نیت کرے کہ پیدا ہونے والے کا نام محمد رکھوں گا تو وہ لڑکا بفضلِ خدا صحیح و سالم زندہ رہتا ہے۔

حضرات! اس فضیلت و شرافت کو بھی غور سے دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے ہی نبی سید الرسل افضل النبیین اکرم الاولین والآخرین ہیں۔

۴۴۔ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعت شان و فضیلت کُلّی کے باعث اس امر پر علمائے محققین قاضی عیاض و ابوالولید باجی وغیرہما کا اجماع ہو چکا ہوا ہے کہ جس حصہ زمین کے ساتھ قبر میں آپ کا جسم لگا ہوا ہے وہ جگہ تمام زمین و آسمان بلکہ کعبہ سے بھی افضل ہے۔

علامہ سبکی نے ابنِ عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ وہ متبرک جگہ لوح کرسی عرش سے بھی رتبہ میں اعلیٰ و افضل ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہے لیکن متبرک جگہ جہاں حضرت کا جسم مبارک ملحق ہے، تمام آسمانوں سے افضل و اشرف ہے، رسولِ اکرم کی فضیلت کے سبب سے علامہ طحطاوی نے بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ تمام راتوں سے افضل رات وہ ہے جس میں آپ پیدا ہوئے تھے اس کے بعد لیلۃ القدر پھر شبِ معراج، پھر عرفہ کی رات، پھر جمعہ کی رات، پھر شب برارت، پھر لیلۃ العید یکے بعد دیگرے فضیلت میں متفاوت ہیں، غرض آپ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل، آپ کا مکان سب مکانوں سے اشرف ہے۔

۴۵۔ ہماری سرکار اس وجہ سے بھی سب سے افضل ہیں کہ قیامت کے دن مولیٰ کریم آپ کو مقامِ محمود عنایت کرے گا اور وہ مقام ایسا ہے کہ تمام حضرات انبیاء پہلے پچھلے حضرتِ رسولِ اکرم پر رشک اور تمنا کریں گے کہ ہم کو بھی یہ مقام نصیب ہو، کسی شاعر نے اسی کو شعرِ ذیل میں بیان کیا ہے ؎

هٰذَا الْمَقَامُ الَّذِیْ مَا نَالَہٗ اَحَدٌ
سِوَیٰ مُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوْثِ بِالْحِکَمِ

ترجمہ:- "یعنی مقامِ محمود حبیبِ خدا اشرفِ انبیاء حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔"

حضرتِ رسولِ اکرم کے اوصاف و محاسن اس قدر نہیں کہ احاطۂ تحریر میں آسکیں، اسی لیے علمائے نامدار متقدمین و متاخرین اس امر کا عجز ظاہر کرکے اپنی تصانیف کو نامکمل چھوڑ گئے ہیں۔ حضرتِ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ رسولِ اکرم کی شان میں نہایت عمدہ اجمالاً دو شعر کہے ہیں ؎

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:- "آپ سے زیادہ حسین کبھی آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل کسی عورت نے فرزند نہیں جنا، آپ تو تمام عیوب و نقائص سے مبرّا و منزہ پیدا کیے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی حسبِ منشا بالکل پاک و صاف اخلاقِ حسنہ سے مزین فضائل و محاسن سے موصوف دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں، غرض افضل الرسل کے فضائل و مناقب احاطۂ تحریر سے بالاتر ہیں۔

۴۶- حضرتِ رسولِ اکرم کی عظمت و رفعت اور فضیلت و بزرگی قرآن شریف کی اس آیتِ شریفہ سے بھی واضح ہوتی ہے لَاۤ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ یعنی اے حبیب! ہم مکہ مکرمہ کی اس لیے قسم نہیں کھاتے کہ اس میں کعبہ ہے یا آبِ زمزم ہے یا عرفات ہے یا مقامِ ابراہیم ہے یا صفا و مروہ ہے بلکہ اس لیے قسم کھاتے ہیں کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں اور آپ کی بزرگی کے باعث شہر کو بھی بزرگی حاصل ہو گئی، خداوندِ عالم نے اور کسی شہر کی قسم نہیں کھائی جس میں حضراتِ انبیاءِ کرام

اپنی زندگی بسر کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ ہمارے ہی حبیب افضل المرسلین ہیں جن کی فضیلت و شرافت سے احکم الحاکمین نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے اور مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ہمارے ہی نبی عظیم کے باعث حاصل ہوئی ہے۔

۴۷۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو شرح صدر کے لئے ربِ پاک مولیٰ کریم سے رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ کہہ کر دعائیں مانگتے ہیں کہ اے مولیٰ الجد کو شرحِ صدر عنایت فرما اور حبیبِ خدا کو بطورِ استفہام تقریری اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کی وحی نازل ہو رہی ہے یعنی ہم نے بن مانگے آپ کے آپ کا شرحِ صدر کر دیا ہے، وہاں تو شرحِ صدر کی طلب تھی اور یہاں خود بخود ہی ربِ ازلی اپنے حبیب کو بغیر طلب کرنے کے شرحِ صدر عطا فرما رہا ہے، تفاوت ملاحظہ ہو۔

۴۸۔ حضرت آدم اور حضرتِ داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی لغزشوں کا ذکر خداوندِ عالم نے پہلے قرآن شریف میں ذکر کر کے اس کے بعد معافی کا ذکر فرمایا ہے لیکن ہمارے سردار لولاک کی عظمتِ قدر ملاحظہ فرمائیے، آپ کے حق میں پہلے ہی عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ سے معافی ظاہر کی جاتی ہے اور اس کے بعد آپ پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ آپ فلاں امر میں سہو پر ہو گئے تھے۔ دیکھئے اپنے حبیب پر پہلے معافی کی وحی نازل فرما کر تسلی دی کہ آپ سہو سے گھبرائیں نہیں، ہم نے پہلے ہی معاف کر دیا ہے۔ پھر سہو کا ذکر کیا کیونکہ اگر اس کا عکس کیا جاتا یعنی پہلے سہو کا ذکر ہوتا، پھر معافی کا تکلم ہوتا تو سہو کا ذکر سنتے سنتے حبیب کو گھبراہٹ لاحق ہونی ممکن تھی اس لئے اس کا پہلے ہی تدارک کر لیا کہ معافی پہلے فرما دی، سہو کا ذکر بعد کیا۔

۴۹۔ مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے حکمِ رب العالمین کا سہو ہو گیا تو آپ ایک مدت تک اس قصور کو معاف کرانے کے لئے عاجزی و تضرع کے ساتھ روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں کی تری سے گھاس نکل آیا لیکن قصور معاف نہ ہوا، آخر جب آپ نے حبیبِ خدا سید الانبیاء حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پکڑ کر بارگاہِ عزت سے معافی طلب کی تو قصور معاف ہو گیا لیکن ساتھ ہی دریافت کیا گیا کہ تم کو میرے حبیب کا کس طرح پتہ چلا ہے؟ عرض کیا کہ میں نے عرش پر تیرے نام کے ساتھ حضرت

رسولِ اکرم کا اسمِ مبارک لکھا ہوا دیکھا تھا جس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص رفیع القدر جلیل الشان معلوم ہوتا ہے جس کا نام رب العالمین کے نام کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، جنابِ باری نے فرمایا کہ اس اسمِ مبارک کا مسمّٰی تیری اولاد میں سے ہے اس کا ظہور اخیر زمانہ میں ہوگا، اگر اس کا سبب اکرنا مجھے منظور نہ ہوتا تو کسی چیز کو پیدا نہ کرتا اور نہ زمین و آسمان بھی نظر نہ آتے، یہ سب کچھ محبوب کی خاطر ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

اسی طرح حضرتِ نوح علیہ السلام کا طوفان سے نجات پانا، حضرتِ ابراہیم پر آگ کا گلزار ہو جانا، حضرتِ یوسف علیہ السلام کا تکالیف سے نکلنا، حضرتِ ایوب کا امتحان میں کامیاب رہنا، حضرتِ داؤد علیہ السلام کی لغزش کا معاف ہونا سب کچھ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تھا۔ اگر یہ وسیلہ نہ ہوتا تو سب حضرات اپنی مشکلوں سے رہائی نہ پاتے۔ سامعین! اس سے بھی آپ شرافت و عزتِ محبوبِ خدا کی دیکھ لیں کہ کس طرح واضح ہو رہی ہے اور سب حضرات انبیاء کس طرح رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کے محتاج نظر آرہے ہیں۔

۴۹۔ خداوندِ عالم جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باعتبار لطافت جسمی و طہارتِ ظاہری کے بھی ہر طرح سے تمام انبیاء کرام پر فضیلت عنایت کی ہوئی تھی۔ قاضی عیاض شفا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بھر کوئی عنبر یا کستوری نہیں سونگھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریح مبارک سے اطیب و انفس ہو۔

حضرتِ جابر ابن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص حبیبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مصافحہ کرتا تھا وہ تمام دن اپنے ہاتھ میں حضرتِ رسولِ اکرم کی خوشبو محسوس کرتا تھا اور اگر حضرت کسی بچہ کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک شفقت و پیار سے رکھتے تھے تو وہ بچہ باعتبار ایک عجیب خوشبو کے تمام بچوں سے ممتاز ہوتا تھا اور ہر ایک معلوم کر لیتا تھا کہ اس بچہ کے سر پر حبیبِ خدا نے ہاتھ رکھا ہے۔

ایک دن حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت انس کے گھر سو رہے تھے کہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ شیشی سے کر حضرت حبیب پاک کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنے لگیں، حبیب خدا نے فرمایا کیا کرتی ہے؟ عرض کیا کہ ہم اپنی خوشبو میں اس پسینہ مبارک کو ملائیں گے تو پھر وہ خوشبو دنیا کی تمام خوشبوؤں میں ہر ایک خوبی میں فوقیت لے جائے گی۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم جب کبھی رستہ میں گزرتے تھے تو آپ کو ڈھونڈنے والے راستے میں آپ کی خوشبو پاکر آپ کو ڈھونڈ لیتے تھے اور جس گلی وکوچہ میں وہ خوشبو آتی تھی، معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ اسی گلی وکوچہ میں تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت مالک بن سنان نے حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون مبارک جبکہ آپ کو کفار نے زخمی کیا، چوس لیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا لَنْ تُصِیْبَہُ النَّارُ (اس کو ہرگز دوزخ کی آگ نہ پہنچے گی۔ اسی طرح حضرت نے جب سینگی لگوائی تو حضرت عبداللہ ابن زبیر نے آپ کا خون مبارک پی لیا تھا۔

اُمِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت کی خدمت کرتی تھی اور حضرت کے لئے ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو بول کے لئے آپ کی چارپائی کے نیچے پڑا رہتا تھا، ایک دن ام ایمن نے وہ بول مبارک پی لیا، حضرت نے پیالہ خالی دیکھ کر فرمایا کہ بول کدھر گیا؟ ام ایمن نے کہا مجھے پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے وہ میں نے پی لیا ہے لیکن مجھے ہرگز معلوم نہیں ہوا کہ وہ بول تھا۔ لکھا ہے کہ ام ایمن کی اولاد میں سے اب تک قسطنطنیہ میں ایسے لوگ نسلاً بعد نسلٍ چلے آتے ہیں جن کے بدن سے اس بول کی بدولت عجیب قسم کی خوشبو معلوم ہوتی ہے۔

اہل علم شافعیہ ومالکیہ نے لکھا ہے کہ آپ کا بول وبراز طاہر تھا ورنہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان صحابہ کو منع فرماتے جنہوں نے آپ کا خون اور بول پیا تھا یا کم از کم منہ دھونے کے لئے حکم فرماتے اور آئندہ ایسا کام کرنے سے روکتے لیکن

آپ نے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ آپ کا خون و بول پاک ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مختون مقطوع السرۃ پیدا ہوئے تھے۔

الغرض خدا کا حبیبِ پاک ظاہراً باطناً تمام کدورتوں اور مکروہ چیزوں سے پاک وصاف تھا اور بنی آدم میں جو اشیاء باعثِ نفرت معلوم ہوتی ہیں ان سب سے ہمارا سردار منزہ و مبرا تھا، یہ فضائل و محاسن بھی ہمارے حبیب کے ساتھ ہی مختص ہیں جن سے باقی سب حضرات خالی ہیں۔

۵۰۔ علامہ وہب بن منبہ فرماتے ہیں، میں نے اکہتر کتابیں دیکھیں، ان سب میں لکھا تھا کہ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے آفرینش سے لیکر قیامت تک تمام لوگوں سے بلحاظ عقل و رائے کے ارجح و اعلیٰ ہیں بلکہ دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ ابتدائے دنیا سے لے کر اس کے ختم ہونے تک تمام لوگوں کو خداوندِ عالم نے اس قدر تھوڑی عقل دی ہے کہ وہ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی عقل کے مقابلہ میں ایک دانہ ریت کے برابر نسبت نہیں رکھتی، یہ خصوصیت بھی ہمارے نبی کریم کے ساتھ ہے کہ آپ اندھیرے اور روشنی میں برابر ایک جیسا دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے بھی اسی طرح اپنی نورانی آنکھوں سے دیکھتے تھے جس طرح اپنے آگے کی چیزوں کا آنکھوں سے معائنہ کرتے تھے، فضیلت ملاحظہ ہو۔

۵۱۔ علامہ طبری حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ رسولِ اکرم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے بنی آدم کو برگزیدہ کیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے قریش کو ممتاز کیا۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو مختار بنایا، بنی ہاشم میں سے مجھ کو مصطفےٰ ومجتبےٰ قرار دیا۔

خلاصہ یہ کہ حبیبِ خدا باعتبار حسب و نسب اور شرافتِ والدین کے لحاظ سے بھی حضرتِ آدم سے لے کر قیامت تک اشرف و اعلیٰ ہیں۔ اسی مضمون کی صحیح حدیث ترمذی میں بھی موجود ہے۔

۵۲۔ شفائے قاضی عیاض میں ابن وہب سے مرقوم ہے کہ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداوندِ عالم نے فرمایا کہ اے محمد جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو، حضرت نے کہا کہ اے مولیٰ! میں کیا طلب کروں جبکہ تو نے حضرتِ نوح علیہ السلام کو صفی بنایا، حضرت ابراہیم کو خلیل پسند کیا، حضرتِ موسیٰ کو کلیم قرار دیا اور حضرتِ سلیمان کو مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ عطا فرمایا، فرمایا جو کچھ ہم نے تم کو عنایت کیا ہے وہ ان سب درجات اور مراتب سے بڑھ کر ہے، تجھ کو حوضِ کوثر بخشا، تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا، زمین و آسمان میں تیرے نام کا ڈنکا بجایا، زمین کو تیرے لئے اور تیری امت کے لئے طاہر مطہر بنایا اور تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دئیے اور تو اب زمین پر گناہوں سے پاک و صاف چلتا پھرتا ہے اور یہ فضیلت ہم نے کسی رسول اور کسی نبی کو تیرے سوا نہیں بخشی اور تیری شفاعت کو تیرے لئے پوشیدہ رکھا ہے جس کے سبب تو اپنی امت مرحومہ کو بخشائے گا، یہ مرتبہ بھی کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

۵۳۔ حضرتِ ابن عباس سے مروی ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرتِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اہلِ آسمان اور جمیع رسلِ عظام و انبیائے کرام پر فضیلت بخشی ہوئی ہے، پوچھا گیا کس طرح؟ فرمایا خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید میں اہلِ آسمان کے حق میں یہ فرمایا ہے :۔

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ

" جو شخص ملائکہ میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں تو بھی ہم اس کو اس قول کی سزا جہنم دیں گے "

اور حضرتِ رسولِ اکرم کی شان میں یہ وارد ہے :۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

"ہم نے تم کو فتح عظیم بخشی تاکہ اللہ تعالےٰ تیرے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دے۔"

مطلب حضرتِ ابن عباس کا یہ ہے کہ ملائکہ سے اگر کوئی خلاف کلمہ صادر ہو جائے تو وہ ماخوذ ہوں گے اور ہمارے حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بالفرض سہواً کوئی کلمہ خلاف صادر ہو بھی جائے تو وہ مطابق آیت شریفہ پہلے ہی مولیٰ کریم نے اپنی عنایت سے معاف کر دیا ہوا ہے اور اس پر کسی قسم کا اخذ نہیں ہو گا تو معلوم ہوا کہ حبیبِ خدا اہل السمار سے افضل و اعلیٰ ہے، پھر حضرتِ ابن عباس سے دریافت کیا گیا اچھا بھلا یہ بتاؤ کہ رسولِ اکرم تمام انبیاء کرام سے کس طرح افضل ہوئے؟ جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام انبیائے کرام کے بارے میں وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ فرمایا ہے اور اپنے پیارے حبیب کے حق میں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ نازل فرمایا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک نبی سے افضل ہیں کیونکہ پہلے انبیائے کرام خاص خاص قوموں کی طرف مبعوث تھے اور ان کی نبوت و رسالت کا زمانہ نہایت ہی محدود ہوتا تھا اور ہمارے نبی اسود و احمر عربی و عجمی و ترکی و تاتاری، رومی و حبشی سب قوموں اور سب مختلف زبانوں کی طرف قیامت تک رسولِ برحق ہو کر تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ کی رسالت کا زمانہ برابر قیامت تک چلا جائے گا۔

۵۴۔ ہمارے نبی کریم و رسولِ رحیم سخاوت میں بھی اعلیٰ درجہ پر ممتاز تھے، حضرتِ جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سوال سننے کے وقت لفظِ 'لا' کبھی نہیں آیا تھا، جب کبھی کوئی سائل آتا تو آپ اس کے سوال کو برضا و خوشی پورا کرتے اور آپ کے چہرہ مبارک پر بوجہ تنگی کے کبھی بل نہیں پڑے تھے بلکہ آپ سائل کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرتِ رسولِ اکرم سے رمضان شریف میں جبرائیل ملاقات کے لئے آتے تو اس وقت آپ

تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک سائل کو آپ نے اس قدر بکریاں دیں کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان سما سکتی تھیں، سائل خوش ہو کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اسلام لاؤ محمد ایسا جواد اور سخی ہے کہ اس کو فاقہ کا ہرگز ڈر نہیں اور وہ بلا دھڑک شب و روز سخاوت کرتا ہے۔

حضرت نے بہتیرے سائلوں کو ایک ہی دفعہ سَو سَو اونٹ دیئے تھے، حضرت صفوان کو آپ نے تین سو اونٹ دیئے تھے۔ ایک دفعہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کو تقسیم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ اسی وقت ختم کر دیا اور اپنے گھر کے لیئے کوئی درہم نہ رکھا۔ حضرت عباس کو ایک دفعہ فرمایا کہ جس قدر سونا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو، چنانچہ آپ نے اٹھا لیا اور بمشکل گھر تک پہنچے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس سائل آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے نام قرضہ اٹھا لو، پھر ہم ادا کر دیں گے، حضرت عمر نے عرض کیا کہ آپ اس امر کے مکلف نہیں کہ لوگوں کو قرضہ اٹھا اٹھا کر سخاوت کریں اور اپنی طاقت سے باہر جود کا اظہار فرمادیں حضرت رسول اکرم نے ان کلمات کو مکروہ سمجھا، پاس سے ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ آپ کھلے دل خرچ کیجیے، خدا کے خزانے وسیع ہیں، سنکر آپ خوش ہوئے تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے یہی حکم ہے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ کل کے لیئے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں رکھتے تھے، اس قسم کے حالات و اخبار بکثرت ہیں، اختصار کی خاطر ہم اسی پر کفایت کرتے ہیں۔

۵۵۔ علامہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوۂ تبوک کے سفر کے وقت کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ہم حضرت رسول اکرم کے ہم رکاب سفر میں جا رہے تھے کہ ایک مقام پر غیب سے آواز آئی جس کے یہ کلمات تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدِنِ الْمَرْحُوْمَۃِ لَھَا الْمُسْتَجَابَۃِ لَھَا

"اے میرے معبودِ برحق مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل

ہونے کا فخر عطا فرما، وہ امت جس پر رحم کیا گیا ہے اور جو بخشی گئی ہے اور جس کی دعائیں قبول ہیں۔"

حبیبِ خدا نے سن کر مجھے حکم دیا کہ آواز کا متکلم کون ہے؟ ادھر ادھر دیکھو اور پتہ نکالو، موافق ارشاد پاس کے پہاڑ میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ ایک شخص سفید ریش، سفید سر، سفید کپڑے پہنے ہوئے جس کا طول تین سو ذراع سے زیادہ تھا، کلماتِ مذکورہ کہہ رہا تھا، اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا اَنْتَ الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں نے کہا نَعَمْ، اس نے کہا تم حبیبِ خدا کے پاس میری طرف سے جا کر آرزو کرو کہ ان کلمات کا کہنے والا تمہارا بھائی الیاس آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتا ہے میں نے واپس آ کر حبیبِ خدا کی خدمت میں سب کچھ کہہ سنایا، آپ پہاڑ میں گئے اور مجھ سے علیحدہ ہو کر حضرت الیاس کے ساتھ دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ پھر آسمان سے ایک طبق انار و کیلا و پپلی و کھجور سے بھرا ہوا اترا، حضرت نے مجھے بھی اس کے کھانے میں شریک کیا، اس کے بعد ایک بادل کا ٹکڑا آیا جو حضرت الیاس کو اٹھا کر لے گیا اور میں ان کے سفید کپڑوں کی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ (خصائص کبریٰ ج ۲)

۵۶۔ صادق مصدوق محبوبِ خدا والیٔ کون و مکان نے فرمایا ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔

"لوگوں میں زیادہ مصیبت و بلا والے انبیاء ہیں، پھر اولیاء، پھر ان کے ہم مثل۔"

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ

"جس قدر مجھے ایذا دی گئی ہے اور کسی نبی کو نہیں دی گئی۔"

اور یہ بات مسلم ہے کہ رنج و غم پر زیادہ صابر، درجہ و مرتبہ میں بھی سب سے زیادہ بڑھ کر ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات انبیائے کرام و رسل عظام سے افضل و اعلیٰ ہیں، باقی رہا یہ سوال کہ آیہ کریمہ مَا اَصَابَکُمْ مِنْ

مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ برائیاں کرے اس پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں تو چاہیئے کہ پہلے انبیاء، اولیاء کے سوا اور لوگ بلاء و مصیبت میں گرفتار ہوں اور پھر انبیاء و اولیاء اور نیز یہ بزرگوار اضافی اور تبلیغی طور پر حق تعالےٰ کے محبوب اور اس کے خواص مقربین ہیں، حق تعالےٰ اپنے محبوبوں اور خواص مقربوں کو بلیات و رنج کے حوالے کیوں کرتا ہے اور دشمنوں کو ناز و نعمت اور دوستوں کو رنج و مصیبت میں کیوں رکھتا ہے؟

اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایک مرید کے سوال میں یوں ارشاد فرمایا ہے، اس کو ذرا اچھی طرح سے سنیں اور ذہن نشین رکھیں تا کہ آپ کو کئی موقعوں پر یہ جواب رہنمائی کا کام دے:

حضرت مجدد کا اپنے مرید کو جواب

آپ کو واضح ہو کہ دنیا نعمت و لذت کے لئے نہیں ہے، وہ آخرت ہی ہے جو نعمت و لذت کے لئے تیار کی گئی ہے، چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں اور ایک کی رضامندی میں دوسرے کی ناراضگی ہے اس لئے ایک میں لذت پانا دوسرے میں رنج و الم کا باعث ہوگا پس انسان جس قدر دنیا میں نعمت و لذت کے ساتھ رہے گا اسی قدر زیادہ ناز و نعمت میں رہے گا، کاش دنیا کی بقاء کو آخرت کی بقاء کے ساتھ وہی نسبت ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے ہاں متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کیا نسبت ہو گی اس لئے دوستوں کو اپنے فضل و کرم سے اس جگہ کی چند روزہ محنت و مصیبت میں مبتلا کیا تا کہ ان کو دائمی ناز و نعمت میں محفوظ و مسرور فرمائے اور دشمنوں کو مکر و استدراج کے بموجب تھوڑی سی لذتوں کے ساتھ محفوظ کر دیا تا کہ آخرت میں بے شمار رنج و الم میں گرفتار رہیں۔

سوال:- کافر فقیر جو دنیا و آخرت میں محروم رہے دنیا میں اس کا دردمند و مصیبت زدہ رہنا آخرت میں لذت و نعمت پانے کا باعث نہ ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :- کافر خدا کا دشمن اور دائمی عذاب کا مستحق ہے، دنیا میں اس سے عذاب کا دور رکھنا اور اس کو اپنی وضع پر چھوڑ دینا اس کے حق میں عین ناز و نعمت اور لذت ہے اس واسطے کافر کے حق میں دنیا پر جنت کا اطلاق کیا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ دنیا میں بعض کفار سے بھی عذاب رفع کر دیتے ہیں اور لذت و نعمت کچھ نہیں دیتے بلکہ فرصت و مہلت کی لذت اور عذاب کے دور ہونے پر کفایت کرتے ہیں لِکُلِّ ذٰلِکَ حِکَمٌ وَّ مَصَالِحُ (ہر ایک کے لئے کوئی نہ کوئی حکمت و بہتری ہے)۔

سوال :- خداوندِ عالم سب چیزوں پر قادر ہے اور یہ تو نا ہے کہ دوستوں کو دنیا میں بھی لذت و نعمت بخشے اور آخرت میں بھی ناز و نعمت عطا فرمائے اور ان کے حق میں ایک جگہ لذت پانا دوسرے میں دردمند ہونا، اس کا کیا باعث ہے؟

اس کے کئی جواب ہیں :

ایک یہ کہ دنیا میں جب تک چند روزہ محنت و بلیّات کو برداشت نہ کرتے تو آخرت کی لذت و نعمت کی قدر نہ جانتے اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کو کماحقہ معلوم نہ کر سکتے، ہاں جب تک بھوک نہ ہو، طعام کی لذت نہیں آتی اور جب تک مصیبت میں مبتلا نہ ہوں فراغت و آرام کی قدر معلوم نہیں ہوتی، گویا ان کی چند روزہ مصیبتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کو دائمی ناز و نعمت کامل طور پر حاصل ہو، یہ ان لوگوں کے حق میں سراسر محال ہے جو عوام کی آزمائش کے لئے جلال کی صورت میں ظاہر ہوا یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا (اکثر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)۔

جوابِ دوم : بلیّات و محن اگرچہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیلِ مطلق کی طرف سے آئے ان کی لذت و نعمت کا سبب ہے، یہ لوگ بلیات سے ویسے ہی لذت حاصل کرتے جیسے کہ نعمتوں سے بلکہ بلایا سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ ان میں محبوب کی خالص مراد ہے

اور نعمتوں میں یہ خلوص نہیں ہے کیونکہ نفس نعمتوں کو چاہتا ہے اور بلاء و مصیبت سے بھاگتا ہے پس بلاء ان بزرگواروں کے نزدیک عین نعمت ہے اور اس میں نعمت سے بڑھ کر لذت ہے، وہ حظ جو ان کو دنیا میں حاصل ہے وہ بلیات و مصائب ہی کے باعث ہے، اگر دنیا میں یہ نمک بھی نہ ہوتا تو ان کے نزدیک جَو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی اور اس میں یہ حلاوت نہ ہوتی تو ان کو عبث و بے فائدہ دکھائی دیتی ہے

غرض از عشقِ توام چاشنئ دردو غم است
ورنہ زیرِ فلک اسبابِ تنعم چہ کم است

حق تعالےٰ کے دوست دنیا میں بھی متلذذ ہیں اور آخرت میں بھی محفوظ ہیں ان کی یہ دنیاوی لذت ان کی آخرت کی لذت کے مخالف نہیں، وہ حظ جو آخرت کے حظ کے مخالف ہے وہ عوام کو حاصل ہے، الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جو کچھ دوسرے کے رنج و غم کا باعث ہے، وہ ان کی لذت کا باعث ہے اور جو کچھ دوسروں کے لئے زحمت ہے، ان کے واسطے رحمت ہے، دوسروں کی نقصان ان کی نعمت ہے، لوگ شادی میں خوش ہیں اور غمی میں غمناک، یہ لوگ شادی میں بھی اور غم میں بھی خوش و خرم ہیں کیونکہ ان کی نظر افعالِ جمیلہ و رذیلہ کی خصوصیتوں سے ہٹ کر ان افعال کے فاعل یعنی جمیل مطلق کے جمال پر جا لگی ہے اور فاعل کی محبت کے باعث اس کے افعال بھی ان کی نظروں میں محبوب اور لذت بخش ہو گئے ہیں جو کچھ جہان میں فاعل جمیل کی مراد کے موافق صادر ہو خواہ رنج و ضرر کی قسم سے ہو وہ ان کے محبوب کی عین مراد ہے اور ان کی لذت کا موجب ہے، خداوندا! یہ کیا فضل و کرامت ہے کہ ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت اغیار کی نظرِ بد سے چھپا کر اپنے دوستوں کو تو نے عطا فرمائی ہے اور ہمیشہ ان کو اپنی مراد پر قائم رکھ کر محظوظ و متلذذ کیا ہے اور کراہت و تألم جو دوسروں کا نصیب ہے، اس گروہ بلند کا کمال بنایا ہے عین نامرادی میں ان کی مراد ہے اور

ان کا یہ دنیاوی التذاذ و سرور دو سروں کے برعکس آخرت کے حظوظ کی ترقیوں کا باعث ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

جواب سوم یہ ہے کہ یہ دار، دارِ ابتلاء و آزمائش ہے جس میں حق باطل کے ساتھ اور کھوٹا سچے کے ساتھ ملا جلا ہے، اگر دوستوں کو بلاء و محنت نہ دیتے اور صرف دشمنوں کو دیتے تو دوست و دشمن کی تمیز نہ ہوتی اور اختیار و آزمائش کی حکمت باطل ہوتی، یہ امر ایمان غیب کے منافی ہے جس میں دنیا و آخرت کی سعادتیں شامل ہیں، آیتِ کریمہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اور آیتِ کریمہ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ اس مضمون کی رمز ہے، پس دشمنوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر دوستوں کو بھی بلاء و محنت میں مبتلا کیا ہے تاکہ ابتلاء و آزمائش کی حکمت تمام ہو اور دوست عین بلاء میں لذت پائیں اور دشمن دل کے اندھے خسارہ اور گھاٹا کھائیں يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۔ انبیاء کا معاملہ کفار کے ساتھ اسی طرح ہوا ہے کہ کبھی اس طرف کا غلبہ ہوا ہے اور کبھی اس طرف کا جنگ بدر میں اہلِ اسلام کو فتح ہوئی اور جنگ احد میں کافروں کو غلبہ ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۔

ترجمہ :۔ "اگر تم کو زخم لگا ہے تو آگے بھی لوگوں کو ایسے ہی زخم لگے ہیں اور ان دنوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں میں بدلاتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو جان لے اور تم میں سے گواہ بنا لے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خالص کرے اور کافروں کو مٹا دے۔"

جوابِ چہارم یہ ہے کہ حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور توانا ہے کہ دوستوں کو یہاں بھی ناز و نعمت عطا فرمائے اور وہاں بھی لیکن یہ بات حق تعالےٰ کی حکمت و عادت کے برخلاف ہے، حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ اپنی قدرت کو اپنی حکمت و عادت کے نیچے پوشیدہ رکھے اور اسباب و علل کو اپنی جنابِ پاک کا روپوش بنائے، پس دنیا و آخرت کے باہم نقیض ہونے کے باعث دوستوں کے لئے محنت و بلاء کا ہونا ضروری ہے تاکہ آخرت کی نعمتیں ان کے حق میں خوشگوار ہوں۔

یہی مضمون اصل سوال کے جواب میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور اصل سوال کا جواب دیتے اور کہتے ہیں کہ درد و بلاء و مصیبت کا سبب اگرچہ گناہوں اور برائیوں کا کرنا ہے لیکن درحقیقت بلاء و مصیبت ان برائیوں کا کفارہ اور ان گناہوں کی ظلمات کو دور کرنے والی ہیں، پس کرم یہی ہے کہ دوستوں کو زیادہ سے زیادہ بلاء و محنت دیں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ اور ازالہ ہو، دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں و برائیوں کی طرح خیال نہ کریں۔

آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ سنا ہو گا اور اگر ان سے گناہ و عصیاں بھی صادر ہو تو اور لوگوں کے گناہ و عصیاں کی طرح نہ ہو گا بلکہ وہ سہو و نسیان کی قسم سے ہو گا اور عزم و جد سے پاک ہو گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد کیا تھا اور ہم نے اس کا کوئی عزم و قصد نہ پایا) پس درد و مصائب کا زیادہ ہونا برائیوں کے زیادہ کفارہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ برائیوں کے زیادہ کمانے پر دوستوں کو زیادہ بلا دیتے ہیں تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ کر کے ان کو پاکیزہ لے جائیں اور آخرت کی لعنت سے ان کو محفوظ رکھیں۔

منقول ہے کہ آنحضرت کی سکراتِ موت کے وقت جب حضرت فاطمہ نے ان کی بے قراری و بے آرامی دیکھی تو حضرتِ فاطمہ زہرا بھی جن کو آنحضرت نے اَلْفَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) فرمایا تھا، کمال شفقت و مہربانی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتی تھیں، نہایت بے قرار و بے آرام ہوگئیں جب آنحضرت نے ان کی اس بے قراری اور بے آرامی کو دیکھا تو حضرت زہرا کو تسلی کے لئے فرمایا کہ تیرے باپ کے لئے یہی ایک محنت و تکلیف ہے۔ اس سے آگے کوئی تکلیف و مصیبت نہیں، یہ کس قدر اعلیٰ دولت ہے کہ چند روزہ محنت کے عوض دائمی سخت عذاب دور ہو جائے، ایسا معاملہ دوستوں سے کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ اس طرح نہیں کرتے اور ان کے گناہوں کا کفارہ کما حقہٗ اس جگہ نہیں فرماتے بلکہ ان کی جزا آخرت پر ڈال دیتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ دوست ہی دنیاوی رنج و بلا کے زیادہ مستحق ہیں اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں کیونکہ ان کے گناہ کبیرہ ہیں اور التجا و تضرع و استغفار و انکسار سے بے بہرہ ہیں اور گناہوں کے کرنے پر دلیر ہیں اور ارادہ و قصد سے گناہ کرتے ہیں جو تمرد و سرکشی سے خالی نہیں ہیں اور عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ہنسی اڑائیں اور انکار کریں اور اجر گناہ کے اندازہ کے موافق ہے۔ اگر گناہ خفیف ہے اور گناہ کرنے والا بھی التجا و زاری کرنے والا ہے تو اس گناہ کا کفارہ دنیاوی بلا و رنج سے ہو جائے گا، اگر گناہ غلیظ و شدید و ثقیل ہے اور گناہ کرنے والا سرکش و متکبر بھی ہے تو وہ جرم آخرت کی جزا کے لائق ہے جو گناہ کی طرح شدید اور دائمی ہے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) آپ نے لکھا تھا کہ لوگ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کو بلا و محنت کیوں دیتا ہے اور ہمیشہ ناز و نعمت میں کیوں نہیں رکھتا اور اس گفتگو سے اس گروہ پاک کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

حق میں اس قسم کی باتیں کہا کرتے تھے کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (یہ رسول کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے، کیوں نہیں اس پر فرشتہ اترا کہ اس کے ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراتا یا اس کو خزانہ دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس سے کھایا کرتا) ایسی باتیں وہی شخص کرتا ہے جس کو آخرت اور اس کے دائمی عذاب و ثواب کا انکار ہو اور دنیا کی چند روزہ فانی لذتیں اس کی نظر میں بڑی عزیز اور شاندار دکھائی دیتی ہوں کیونکہ جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے عذاب و ثواب کو دائمی جانتا ہے، دنیاوی چند روزہ فانی بلا و محنت اس کو ہیچ نظر آتی ہیں بلکہ اس چند روزہ محنت کو جس سے ہمیشہ کی راحت حاصل ہو، عین راحت تصور کرتا ہے اور لوگوں کی گفتگو پر نہیں جاتا، درد و بلا و محنت، محبت کے گواہ عادل ہیں، کور باطن اور بیوقوف لوگ اگر اس کو محبت کے منافی جانیں تو جانیں، جاہلوں اور ان کی گفتگو سے روگردانی کے سوا اور کوئی علاج نہیں فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا۔

اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلا اس وقت تک محبوب ہے کہ محب اپنے محبوب کے ماسوا سے کلی طور پر علیحدہ ہو کر محبوب کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائے، پس رنج و بلا کے لائق دوست ہی ہیں اور یہ بلا اس برائی کا کفارہ ہے کہ ان کا التفات ماسوا کی طرف ہے اور دوسرے لوگ اس دولت کے لائق نہیں، ان کو غور سے محبوب کی طرف کیوں لائیں جس کو چاہتے ہیں مار پیٹ کر محبوب کی طرف لے آتے ہیں اور اس کو محبوبیت سے سرفراز فرماتے ہیں اور جس کو محبوب کی طرف لانا نہیں چاہتے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں، اگر سعادتِ ابدی اس کے شاملِ حال ہو گئی تو توبہ و انابت کی راہ سے ہاتھ پاؤں مار کر فضل و عنایت کی امداد سے مقصد تک پہنچ جائے گا ورنہ وہ جانے اور اس کا کام اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ (یا اللہ تو مجھے ایک لحظہ بھی اپنے حال پر نہ چھوڑ)

پس معلوم ہوا کہ مریدوں کی نسبت مرادوں پر زیادہ بلاء آتی ہے اسی واسطے آنحضرت نے جو مرادوں اور محبوبوں کے رئیس ہیں، فرمایا ہے :-

مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ

"کسی نبی کو اتنی ایذاء نہیں پہنچی جتنی مجھے پہنچی ہے۔"

گویا بلاء دَلّالَہ اور رہنما ہے جو اپنی حسنِ دلالت سے ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کے ماسوا کی طرف التفات سے پاک کر دیتی ہے، عجب معاملہ ہے کہ دوست کروڑہا دے کے بلاء کو خریدتے ہیں اور دوسرے لوگ کروڑہا دے کر بلاء کو دفع کرنا چاہتے ہیں

سوال : کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درد و بلاء کے وقت دوستوں سے بھی اضطراب و کراہت عیاں ہوتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب : یہ اضطراب و کراہت بتقاضائے بشری ضروری ہے اور اس کے باقی رکھنے میں کئی طرح کی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں کیونکہ اس کے بغیر نفس کے ساتھ جہاد و مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سکراتِ موت کے وقت کس قسم کی بے قراری و بے آرامی ظاہر ہوتی تھی، وہ گویا نفس کے جہاد کا بقیہ تھا تاکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتمہ خدا کے دشمنوں سے جہاد پر ہو، شدتِ مجاہدہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صفاتِ بشریت کے تمام مادے دور ہو جائیں اور نفس کو کمال فرمانبردار بنا کر اطمینان کی حقیقت تک پہنچائیں اور پاک و پاکیزہ رکھیں، گویا بلاء محبت کی دلالہ ہے اور جو کوئی محبت نہیں رکھتا اس کو دلالہ سے کیا کام ہے اور دلالگی اس کے کس کام آئے گی اور اس کے نزدیک کیا قدر و قیمت رکھے گی۔

درد و بلاء کی دوسری وجہ یہ ہے کہ محبِ صادق اور مدعیِ کاذب کے درمیان تمیز ہو جاتی ہے، اگر صادق ہے تو بلاء کے آنے سے متلذذ و محظوظ ہوگا اور اگر مدعی ہے

تو بلاسے کراہت و رنج اس کے نصیب ہوگا، سوائے صادق کے اس تمیز کو کوئی معلوم نہیں کرسکتا، صادق ہی کراہت والم کی حقیقت کو کراہت والم کی صورت سے جدا کرسکتا ہے اور صفاتِ بشریت کی حقیقت کو صفاتِ بشریت کی صورت سے جدا کرسکتا ہے واللہ سبحانہ الهادی الی سبیل الرشاد۔

۵۷۔ ہر ایک نبی عظیم و رسولِ کریم مطابق آیتِ شریفہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اہلِ دنیا کے لئے عذاب وعقوبت کا مقدمہ ہوتا تھا اور خدا تعالیٰ کے حبیب حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدائش سے لے کر قیامت تک سب کے لئے رحمتِ مجسم ہوکر تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ ابتدا میں اور وسط میں اور اخیر میں، غرض ہر حال میں رحمت تھے، آپ کی رحمت ایسی وسیع ہے کہ اس کا حصہ کافروں، مشرکوں، منافقوں کو بھی پہنچ رہا ہے بلکہ ہر ایک چیز علوی اور سفلی، آپ کے طفیل عالمِ وجود میں آئی ہے، اگر آپ تشریف نہ لاتے تو کوئی چیز بھی محلِ عدم سے وجود میں ظاہر نہ ہوتی۔ آپ کا تشریف لانا ہی ہر ایک چیز کے وجود کے لئے رحمت مقرر ہوا ہے، کافر و مشرک کا دنیا میں آرام سے زندگی گذارنا آپ کی رحمت کے سبب سے ہے۔

پہلی امتیں جب رسولوں کی نافرمانی کرتی تھیں تو ان پر دنیا ہی میں قہرِ الٰہی بصورتِ مسخ وخسف وغیرہ ظاہر ہوتا تھا لیکن رحمتِ مجسم محبوبِ خدا کی مہربانی ہے کہ دنیا میں سب نافرمان اس عذاب وقہر سے قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ مومن دنیا وآخرت میں رحمتِ مجسم سے بہرہ ور ہورہے ہیں اور ہوں گے اور کافر ومنافق صرف دنیا میں اس رحمت سے متمتع ہوکر قہرِ الٰہی سے محفوظ رہیں گے، ہمارے حبیب کی بعثت سے پہلے تمام اہلِ کتاب، مشرک وکافر جہالت وگمراہی میں مبتلا تھے اور امتدادِ زمانہ کے باعث مذہب کے بارے میں حیران تھے کہ کیا کریں۔ اس وقت خداوندِ عالم نے رحمۃ للعالمین کو بھیج کر سب کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور آپ کے ذریعہ سے واضح کردیا کہ یہ جہالت وگمراہی ہے اور یہ ہدایت ورشد ہے، محبوبِ خدا سردارِ انبیاء نے تفصیل کے ساتھ حلال کو

حرام سے، عذاب کو ثواب سے، ہدایت کو گمراہی سے علیحدہ دکھا کر روشن کر دیا کہ رحمت عام اس کا نام ہے اور رحمۃ للعالمین اس کو کہتے ہیں کہ تمام دنیا کو قیامت تک صراطِ مستوی موصل الی اللہ کی ہدایت کرتا رہے، جو شخص اس راستہ پر چل پڑا وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو گیا اور جس نے صراطِ مستقیم پر چلنے سے انکار کیا وہ رحمتِ عامہ کے لحاظ سے دنیا میں عذابِ عام سے بچا رہے گا۔

اگر خدشہ گزرے کہ لڑائیوں میں آنحضرت کے وقت کافر و مشرک ہلاک ہوتے تھے تو رحمتِ عامہ کیونکر ہوئے اور آپ کا اسمِ گرامی رحمۃ للعالمین کس طرح تجویز ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ خداوندِ عالم کے اسمائے مبارکہ میں سے دو نام رحمٰن و رحیم کے بھی ہیں باوجودیکہ خداوندِ عالم کے یہ دو نام رحمت کی خبر دینے والے مقرر ہیں لیکن پھر بھی وہ عاصیوں کو سزا دے گا اور نافرمانوں کو جہنم رسید کرے گا اور گنہگاروں اور بے ایمانوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا تو کیا اب اس کے رحم اور اس کی رحمانیت میں فرق آگیا؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح قرآن شریف میں وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا نازل ہو کر خبر دے رہا ہے کہ بارش برکت و رحمت ہوتی ہے حالانکہ وہی بارش کئی جگہ فساد و تباہی کا ذریعہ ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے رنج و زحمت مقرر ہوتی ہے تو کیا اب یہ لازم آیا کہ نعوذ باللہ قرآن شریف غلط خبر دے رہا ہے اور بارش کو جو کہ فساد و تباہی کا باعث بھی ہوتی ہے، مبارک قرار دے رہا ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ اعتبار کثرت کا ہوتا ہے نہ کہ قلت و ندرت کا، نیز حقیقت میں بارش مطلقاً رحمت و برکت ہوتی ہے لیکن خاص اسباب کے مہیا ہونے پر اس کی صورت دوسرے قلب میں ظاہر ہوتی ہے جس کو ناعقلیں رنج و زحمت سے تعبیر کرتی ہیں حالانکہ باریک بین جانتے ہیں کہ جو کچھ محبوبِ مطلق کی طرف سے آتا ہے وہ سب کچھ محبوب و مبارک ہوتا ہے اسی طرح ہمارے حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رحمت موصوف ہیں لیکن کفار و مشرک لڑائی کی

ابتدا اور چھیڑ چھاڑ کرنے سے خود ہلاکت کا باعث ہوتے تھے، ہمارے حضرت کی طرف سے جہاد کی ابتدا نہ ہوتی تھی اور نہ ہی یہ غرض تھی کہ ان کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچا دیں بلکہ جہاں تک ہو سکتا تھا، آپ نرمی سے، شفقت سے، محبت سے، خلقِ عظیم سے ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے تاکہ یہ سیدھے راستہ پر آجائیں۔ کفار اس کا بدلہ یوں دیتے تھے کہ اپنی تمام قوموں کو بلا کر اہلِ اسلام کی تخریب کے درپے ہوتے تھے ہمارے حضرت کی سردارانِ جہاد کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ پہلے ان کو اسلام کی طرف بلائیں بصورتِ انکار جزیہ کی طرف پھر اگر وہ اہلِ اسلام کا مقابلہ کریں تو ناچار اہلِ اسلام بھی تنبیہاً تلوار اٹھائیں الغرض تلوار کا ننگا ہونا، معذوری و مجبوری کے باعث تھا جو آپ کی رحمت میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں کر سکتا۔

۵۸۔ مروی ہے کہ حضرتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ امتِ محمدیہ کو خداوندِ عالم نے چار کرامتیں عنایت فرمائی ہیں جو مجھے نصیب نہیں ہوئی تھیں؛ اول حضرت کی امت کو حکم ہے کہ جب کبھی اس سے کوئی گناہ ہو جائے اور اس گناہ سے جس وقت اور جس جگہ وہ معافی طلب کرے گی اور ایسا کرنے سے توبہ کا اظہار کرے گی، معافی دی جائے گی اور میری توبہ کا مقام مکہ مکرمہ مقرر تھا یعنی میری توبہ کی اجابت کے لئے خاص مقام مکہ مکرمہ کی شرط تھی اور امتِ محمدیہ کی توبہ کے لئے کسی جگہ کی کوئی قید نہیں۔ دوئم حضرت کی امت سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے کپڑے اتار کر اس کی رسوائی نہیں کی جاتی اور اس کو ننگا نہیں کیا جاتا اور جس وقت مجھ سے نافرمانی صادر ہو گئی تھی، میرے کپڑے چھین لئے گئے تھے اور مجھ کو ننگا کیا گیا تھا۔ سوئم امتِ محمدیہ سے اگر کوئی فعل خلافِ شرع ہو جائے تو میاں بیوی کے درمیان مفارقت نہیں کی جاتی اور میرے ساتھ یہ بھی واقعہ ہوا تھا کہ مجھ میں اور حوا میں مفارقت ڈالی گئی تھی۔ چہارم امتِ محمدیہ کسی جرم کے کسی مکان میں مرتکب ہو تو اس کو اس مکان سے نہیں نکالا جاتا لیکن مجھے بوقتِ عصیاں جنت سے خارج کیا گیا تھا۔

۵۹ ۔ حضرت افضل الانبیاء و اکمل الاصفیاء کی حیثیت و عزت ...
کو یہ نعمت عنایت کی گئی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے مرنے کے بعد دو مسلمان اس کے حق میں بھلائی کی خبر دیں تو اس کے لئے جنت واجب ہو گی اور پہلی امتوں میں اگر کسی مرنے والے پر ۱۰۰ آدمی خیر کی شہادت دیتا تھا تو پھر اس پر جنت واجب ہوتی تھی ورنہ نہیں، یہ سہولت اور یہ مرتبہ امت کو محض حضرت رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے افضل ہونے کے باعث عنایت ہوا ہے۔

۶۰ ۔ حضرات انبیائے کرام و رسل عظام پر خداوند عالم رحمت بھیجتا تھا اور فرشتے ان کے لئے استغفار کرتے تھے لیکن ان کی امتیں اس فضیلت سے معرا تھیں حبیب خدا کی امت کا رتبہ ملاحظہ فرمائیے کہ حکم ہو رہا ہے:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ

" خداوند عالم تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔"

جو فضیلت حضرات انبیائے کرام کو عطا ہوئی تھی وہ یہاں حضرت کی امت مرحومہ کے حصہ میں آ رہی ہے۔

۶۱ ۔ مروی ہے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن کو کہا جائے گا کہ تو قرآن شریف پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا، جہاں جا کر قرآن شریف ختم ہو گا، وہاں رہنے کے لئے بڑا مقام مقرر ہے، لکھا ہے کہ یہ فضیلت و شرافت آنحضرت کی کتاب اور امت کے ساتھ مختص ہے اور کسی کتاب اور امت کو یہ رتبہ عنایت نہیں ہو گا جنت میں اہل جنت صرف قرآن شریف کی تلاوت کریں گے اور عربی زبان میں کلام کریں گے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو دربان کہے گا مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ اَنَا مُحَمَّدٌ پھر دربان کہے گا مجھے بھی حکم تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کے لئے جنت کا دروازہ کھولوں، میں نے اس سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہیں کھولا اور

نہ ہی آئندہ کسی کے لیے اٹھوں گا تاکہ جنت کا دروازہ کھولوں۔

۶۲- ایک اور فضیلت و شرافت ہمارے نبی رحیم و رسولِ کریم کو خداوندِ عالم نے بخشی ہوئی ہے جو اور کسی پیغمبر کو میسر نہیں ہوئی یعنی حضرت رسولِ اکرم اور آپ کی اولاد اور آپ کے غلاموں پر قیامت تک زکوٰۃ کا لینا اور کھانا حرام ہے کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کی میل کچیل ہے اور میل کچیل کا استعمال کرنا حبیبِ خدا مطہر و مقدس کی شان کے خلاف ہے اس لیے مولیٰ کریم نے حکم دیا کہ ہمارا حبیب اور اس کی اولاد قیامت تک اوساخ الناس سے پرہیز کریں اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے کہ تمام عیوب سے منزہ و مبرا میل کچیل استعمال کر کے اپنی طہارت و عصمت پر دھبہ نہ لگالے، یہ خصوصیت و شرافت ہمارے حضرت کے ساتھ ہی مختص ہے۔

۶۳- آپ کی افضلیت اور آپ کی عظمت سب حضراتِ انبیاء پر صادق و مصدوق کی اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے کُلُّ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ (قیامت کے دن سب رشتہ داریاں غیر مفید ثابت ہوں گی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور رشتہ مفید ہو گا، اس رشتہ کی طفیل اہلِ رشتہ کے ساتھ تخفیف کی توقع ہے، یہ نعمت اور یہ خصوصیت بھی نبی کریم کے ساتھ مختص ہے۔

۶۴- آنحضرت کی امتِ مرحومہ اگرچہ سب امتوں سے وجود میں پیچھے ہے لیکن قیامت کے دن آپ کی عزت و حرمت کے باعث سب سے اول ہو گی اور سب سے پہلے قبروں سے اٹھائی جائیگی اور اس کا حساب سب سے پہلے ہو گا اور موقف میں ایک عالی مقام پر اس کا قیام ہو گا، وضو کے سفید نشانات کے ذریعے سب سے ممتاز ہو گی اور جنت میں سب امتوں سے پہلے داخل ہو گی اس امت کا اجماع حجت ہے اور اس اختلاف رحمت ہے، پہلی امتوں کا اختلاف عذاب تھا اور ان کے لیے وبال تھا، فرق ملاحظہ ہو۔

۶۵- اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں سب سے پہلے ہمارے حضرت

رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلٰی کا لفظ کہہ کر اپنی افضلیت کو کامل طور پر ظاہر کر دیا تھا اور آپ کا اسمِ گرامی اذان میں حضرتِ آدم کے وقت سے چلا آرہا ہے اور کتبِ سابقہ میں سب حضرات انبیاءِ کرام آپ کی خوش خبری سناتے رہے اور آپ کی نعت اور آپ کے اصحاب و خلفاء کے حالات اور آپ کی امت کی تعریف و توصیف تمام کتب میں درج ہے اور ملائکہ آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہو کر کفار سے مقابلہ کرتے رہے ہیں، الغرض اسی طرح کے علامہ ابوسعید نیشاپوری نے ساٹھ سے زیادہ فضائل و کرامات شمار کئے ہیں جو کہ حضرتِ رسولِ اکرم محبوبِ خدا کے سوا اور کسی میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

۶۶۔ افضل الرسل حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و برکت کے باعث صحابہ کرام کا درجہ و رتبہ تمام حضرات انبیائے کرام کی امتوں سے بڑھ کر ہے اور آپ کی بیویوں اور بیٹیوں کی عزت و حرمت تمام جہاں کی عورتوں سے اعلیٰ و ارفع ہے یہاں تک کہ جنت میں سب عورتوں کی سردار بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں گی اور پلصراط سے گذرنے کے وقت اہلِ محشر کو آواز دی جائے گی کہ اپنی گردنوں کو نیچے کرو اور آنکھوں کو بند کرو کیونکہ سردار انبیاء حضرتِ رسولِ اکرم کی بیٹی مطہرہ بی بی فاطمہ پلصراط سے گذریں گی، آپ کی فضیلت کے لحاظ سے آپ کے دونوں شہر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے تمام شہروں سے مرتبہ میں بلند ہیں اور آپ کی مسجد بلحاظ ثواب و قدر و منزلت دنیا کی مسجدوں سے بڑھ کر ہے اور آپ کے دونوں شہروں میں دجال و طاعون قیامت تک داخل نہیں ہوں گے، یہ سب خصوصیات محض آپ کی عزت و شرافت سب سے بڑھانے کے لئے آپکو مولیٰ کریم نے عنایت کی ہیں۔

۶۷۔ پانچ نمازوں اور جمعہ کا مقرر ہونا، آمین کا کہنا، نماز کو باجماعت سیدھی صف کے ساتھ ادا کرنا بھی صرف آپ کی ذات سے شروع ہوا ہے، آپ کی فضیلت و عظمت کے لحاظ سے ملک الموت نے صرف آپ سے ہی بوقتِ قبضِ روح اذن

طلب کیا تھا ورنہ ملک الموت تو سب حضرات انبیائے کرام پر بغیر اجازت داخل ہوتا تھا نیز آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ ہمیشہ نکاح کا حرام ہونا آپ کی اعلیٰ شان اور افضل رتبہ ہونے پر دلالت کر رہا ہے، یہ بات بھی مولیٰ کریم نے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہوئی تھی کہ آپ کی شرمگاہ کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اگر کوئی دیکھ پاتا تو اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو جاتیں۔

۶۸۔ سب حضرات انبیائے کرام میں سے صرف ہمارے نبی کے لئے قبلتین و ہجرتین کا جمع ہونا اور شریعت و حقیقت سے واقف ہونا اور صرف آپ کا ہی نام مبارک محمد مقرر ہونا اور آپ کا مفاتیح الارض کا مالک ہونا اور تمام زمین کا آپ کے لئے مسجد و طہور کی شکل میں ظاہر ہونا خاص ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی ان سب کو آپ کے افضل و اعلے ہونے کی علیحدہ علیحدہ دلیل قرار دیتے ہیں، بندہ بخاطر اختصار فضائل کو جمع کر کے ان سب کو ایک ہی دلیل کے تحت میں لکھتا ہے حالانکہ واقعہ میں وہ کئی دلائل ہیں، آپ بھی بنظر امعان دیکھیں گے تو میرے قول کی انشاء اللہ ضرور تصدیق ہو گی۔

۶۹۔ حافظ الحدیث علامہ سیوطی خصائص کبریٰ میں ابن عساکر سے مرفوع حدیث اس مضمون کی بیان کرتا ہے کہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شب معراج خداوند نے جب مجھے حضوری کا شرف بخشا اور بارگاہ عالی میں اور مجھ میں قاب قوسین کا فرق رہ گیا تو مجھے بارگاہ عالی سے یہ آواز آئی کہ ہم نے تمہیں خاتم النبیین مقرر فرمایا ہے، تجھے سب سے پہلے ہونے کا کوئی غم و فکر تو نہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں! پھر آواز آئی کیا تیری امت کو سب امتوں سے پیچھے ہونے کا کوئی غم و فکر تو نہیں؟ پھر میں نے کہا، نہیں! فرمایا اپنی امت کو میری طرف سے خبر دے دو کہ میں نے تمہیں اس لئے سب سے آخر بھیجا ہے تاکہ اور امتوں کی ذلت و رسوائی تمہارے سامنے بیان ہو اور تمہاری ذلت کسی کے سامنے ظاہر ہو کیونکہ سب سے اخیر تم ہی ہو، اب تمہارے بعد ایسی کوئی امت نہیں آئے گی جس کے پاس تمہاری نافرمانیاں اور بداعمالیاں ظاہر ہوں گی اور تمہاری ذلت و رسوائی بین الخلائق مشتہر ہو گی

حبیب کی افضلیت کے باعث حبیب کی امت کا اس قدر لحاظ و پاس ہے کہ اس کی ذلت و رسوائی اور نافرمانی کسی غیر کے سامنے ظاہر کرنی مولیٰ کریم کو منظور نہیں اور پہلی امتوں کی شرارتوں اور بداعمالیوں اور نافرمانیوں کو جا بجا قرآن شریف میں ظاہر کر کے ان کی ذلت و رسوائی بین الخلائق قیامت تک کی گئی ہے۔ اب مفضول اور افضل اور ادنیٰ اور اعلیٰ کا آپ پتہ لگا لیں اور معلوم کر لیں کہ قافلہ سالار اور سب کا مقتدا و پیشوا کون ہے۔

۷۰۔ مروی ہے کہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت کعب کو کہا کہ حبیبِ خدا کے فضائل میں سے ایسے فضائل بیان کرو جو آپ کی ولادت سے پہلے ہوں، حضرت کعب نے فرمایا کہ میں نے کتبِ سابقہ میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر پایا جس پر چار سطریں لکھی ہوئی تھیں،

پہلی: اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ،

دوسری: اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِيْ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ،

تیسری: اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مَنِ اعْتَصَمَ بِيْ نَجَا،

چوتھی: اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا اَلْحَرَمُ لِيْ وَالْكَعْبَةُ بَيْتِيْ مَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ اٰمَنَ عَذَابِيْ،

حضرات! ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش پیغمبر اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجے لیکن جس شان اور عظمت و شرافت کے ساتھ اپنے حبیب کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور کسی کو وہ شان عطا نہ ہوئی۔

دیکھئے پیارے کی عظمت اس قدر ہے کہ پتھروں پر بھی اپنے نام کے ساتھ حبیب کا نام لکھ کر واضح کر دیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے مجھے خاص طور پر ایک ہی نام محبوب ہوتا ہے جس کو میں نے اپنے نام کے ساتھ لکھ کر اس کی فضیلت و شرافت ہر ایک کے سامنے ظاہر کرتا ہوں بلکہ جو شخص اس کے ساتھ ایمان لائے گا اور اس کی اتباع کریگا، اس کے لئے خوشخبری ہے۔

۷۱۔ حضرتِ آدم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے حضرتِ شیث علیہ السلام کو جنتی عصا عطا فرمایا اور ساتھ ہی چند کلمات طیبات فرمائے کہ تقوے کو نہ چھوڑنا، خداوند تعالیٰ کے احکام کی طرف متوجہ رہنا اور خدا کو یاد رکھنا لیکن بیٹا جب تو خداوند عالم کو یاد کرے تو اس کے ساتھ ہی اولوالعزم عالی شان سرورِ انبیاء حضرتِ محمد کو بھی یاد کیا کرنا، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کا نام عرش پر مکتوب ہے حالانکہ میں اس وقت مٹی اور روح کے درمیان تھا، پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا تو ہر ایک آسمان میں محمد کا نام مرقوم تھا، پہلے مجھے مولیٰ حقیقی نے جنت میں ٹھہرایا تو وہاں بھی ہر ایک محل اور ہر ایک غرفہ پر یہی اسم مبارک نظر پڑا، شجرۂ طوبیٰ کو دیکھا تو ہر ایک ورق پر یہی نام دیکھا گیا، الغرض افضل الرسل کا نام ہر جگہ جنت میں مجھے نظر پڑا تھا اس لئے اس کی ضرور یاد کیا کرنا کیونکہ وہی سب کا سردار اور مقتدا ہے۔

۷۲۔ مسند ابی داؤد طیالسی میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری موجودگی کے وقت صحابہ کرام سے دریافت کیا، کیا تمہیں علم ہے کہ مخلوق میں سے از روئے ایمان افضل کون ہے، عرض کیا ملائکہ افضل ہیں، آپ نے سنکر فرمایا نہیں! بلکہ وہ اور لوگ ہیں، پھر صحابہ نے کہا کہ انبیاء کرام ہوں گے، حضرتِ محبوبِ خدا نے سنکر فرمایا ابھی تم صحیح جواب کو نہیں پہنچے، پھر خود فرمایا کہ مخلوق میں سے افضل از روئے ایمان وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے لیکن وہ مجھ پر بحالت غیب میں ایمان لائیں گے اور مجھے خدا کا سچا رسول دل سے سمجھ کر شب و روز میری اطاعت میں مصروف رہیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا، جب حبیبِ خدا کی امت باعتبار بعض فضائل کے جزئی طور پر سب مخلوق سے افضل ہے تو بھلا اس امت کا سردار والیٔ کون و مکان ہادیٔ دو جہان سب مخلوق سے ہر ایک خوبی میں کیونکر اعلیٰ و افضل نہ ہوگا۔

۷۳۔ علامہ ابو نعیم حلیہ میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ محبوبِ خدا رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خداوندِ عالم جل جلالہ و عز برہانہ نے

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس مضمون کی وحی نازل فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ میرے حبیب احمد کا منکر ہوگا تو میں اسے جہنم کی جلتی ہوئی آگ میں داخل کرونگا۔

حضرتِ موسیٰ نے عرض کیا یَارَبِّ وَمَنْ اَحْمَدُ (اے رب احمد کون ہے) خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مخلوق میں سے کسی کو پیدا نہیں کیا جو میرے نزدیک اس سے افضل واشرف واعلیٰ ہو، اس کا نام میں نے اپنے نام کے ساتھ زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پہلے عرش پر لکھا ہوا ہے اور جنت کو میں نے تمام مخلوق پر حرام کیا ہوا ہے جب تک کہ وہ پیارا اور اس کی امت اس میں داخل نہ ہو لے، اس کی امت میری اطاعت میں اپنی کمروں کو باندھے رکھے گی اور صبح وشام میری حمد وثنا ادا کرے گی اور دن کو روزے رکھ کر اور رات کو اپنے مولیٰ کی یاد میں مصروف رہ کر خیر الامم سے موصوف ہوگی۔

۴۷۔ حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ سب سے پہلے خالقِ قدیم نے کس چیز کو پیدا کیا تھا، آپ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ فَخَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُّوْرِیْ

"سب سے پہلے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر میرے نور سے بتدریج سب اشیاء کو پیدا کیا۔"

معلوم ہوا کہ سب اشیاء کا منبع اور سب کا اصل اور سب کا معدن ہمارے نبی حبیب خدا کی ذاتِ والاصفات ہے جس کے نور سے ہر ایک چیز چھوٹی بڑی منصۂ ظہور میں آئی اور جس کی طفیل ہر ایک عالم نے وجودی لباس پہنا، اگر یہ ذات منبع کمالات معدنِ اوصاف نہ ہوتی تو مطابق حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کسی چیز کا وجود نظر نہ آتا، الغرض ابتدائے آفرینش سے لے کر آخیر تک اسی پیارے کی شان کے انوار جلوہ افروز ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

۷۵۔ محبوبِ خدا والیٔ دوجہاں صادق و مصدوق امین رب العالمین حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے میرے مولیٰ نے ایسے فضائل عنایت کیے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی اور کسی رسول کو عطا نہیں کیے گئے، آیۃ الکرسی، فاتحہ، سورہ بقرہ کی آخری آیتیں مجھے ربِ رحیم نے خاص عرش کے خزانے سے عنایت فرمائی ہیں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی بخشی گئی ہیں اور میں احمر واسود کی طرف مبعوث ہوا ہوں اور ایک مہینے کے رستے سے محض رعب و دبدبہ کے باعث مخالفین پر مولیٰ نے مجھے فتح و نصرت عطا کی ہے اور میرے لئے مالِ غنائم خاص طور پر حلال کیا گیا ہے اور مجھے شفاعتِ عظمیٰ کا مرتبہ دیا گیا ہے جس کا محل اور موقع حشر کے بعد ہوگا اور میرا نام احمد مقرر کیا گیا ہے، اس سے پہلے اس اسم کا کوئی مسمیٰ نہیں گزرا ہے اور زمین کو میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور طہور بنایا گیا ہے۔ الغرض اسی قسم کی کثرت سے خصوصیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ محبوبیت کی شان کے ساتھ اس طرح تشریف لائے ہیں کہ کوئی بھی فضائل و محاسن میں آپ کے مساوی نہیں۔ (خصائصِ کبریٰ)

علامہ حکیم ترمذی نے لکھا ہے کہ ولادتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت زمین نے خوشی منائی اور انبساط ظاہر کیا اور گل وشگوفے کثرت سے پیدا کیے، زمین نے آسمان اور ہر ایک چیز پر فخر ظاہر کیا کہ خالقِ دوجہاں کا محبوب مجھ سے ہی پیدا ہوا ہے اور مجھ پر ہی چلے گا اور مجھ پر اپنی پیشانی مبارک سجدہ میں رکھ کر مجھے عزت دے گا اور مجھ میں ہی اپنا مدفن بنائے گا۔ مولیٰ کریم کو زمین کی خوشی کرنا اور انبساط و سرور حبیب کی ولادت پر ظاہر کرنا پسند آیا تو حکم دیا کہ اس خوشی کے صلہ میں ہم تجھے یہ عنایت کرتے ہیں کہ تیری مٹی طہارت و پاکیزگی کا وہ کام دے گی جو پانی دیتا ہے، آج تک یہ فخر ہم نے پہلے کسی نبی کی ولادت پر تجھے نہیں بخشا تھا، آج پیارے حبیب کی ولادت پر اظہارِ خوشی کے باعث امتِ محمدیہ کے لئے ہم خاص طور پر یہ شرف عنایت کرتے ہیں کہ تجھ سے وہ قیامت تک طہارت و پاکیزگی حاصل کرتی رہے۔

۷۶۔ مولیٰ کریم نے اہتمام کے ساتھ اپنے پیارے حبیب کی افضلیت کو ظاہر کرنے

کے لئے کتب سابقہ میں پیار سے کے اوصاف و محاسن کا خاص طور پہ بار بار ذکر فرمایا
توراۃ، زبور، انجیل میں لکھا ہے کہ نبی امی شاہد و مبشر و نذیر و حرزاً للامیین ہوں گے اور
آپ تند خُو، سخت مزاج، درشت کلام، فظ و غلیظ القلب نہیں ہوں گے اور بازار دل
میں آواز کرنے سے آپ نفرت ظاہر فرمائیں گے، آپ کو رب العالمین دنیا سے
نہیں بلائے گا جب تک آپ کے ذریعہ سے ان لوگوں کو مومن کامل عاشق صادق
زاہد و عابد نہ بنالے جن کی آنکھیں اندھی، کان بہرے، دل سیاہ ہیں۔ اس پیارے
امی لقب کا لباس سکینت و تقوےٰ اس کی جان صدق و صفا اس کی طبیعت حلم و عفو
اس کا خلق عدل و انصاف اس کی سیرت رشد و ہدایت اس کا شعار اور اسم پاک
اس کا احمد ہوگا اور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ہر ایک کا فرض اول ہوگا۔
(جواہر البحار)

۷۷۔ افضل الرسل حبیبِ خدا رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ معائنہ فرمائیے
کہ آپ کی افضلیت کی طفیل آپ کی امت کو ایک رات کی عبادت پر ہزار ماہ کی عبادت سے
زیادہ ثواب ملتا ہے اور وہ مراتب و درجات ایک رات کے عوض مولیٰ کریم امت
مرحومہ کو عنایت کرتا ہے جو پہلی امتوں کو ہزار ماہ کی عبادت پر عطا نہیں فرماتا۔ آیۂ شریفہ
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ اس پر صریح دلیل ہے۔
مروی ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ذکر فرما رہے تھے کہ پہلی
امتوں کی عمریں لمبی لمبی ہوتی تھیں اور وہ عبادت و اطاعتِ الٰہی میں بھی عمر کا کثیر حصہ خرچ
کرتے تھے چنانچہ شمعون زاہد و عابد بنی اسرائیل برابر ایک ہزار ماہ تک اس طرح عبادت
کرتا رہا کہ دن کو روزے رکھتا اور کافروں کے ساتھ جہاد کرتا تھا۔ رات کو نماز و نوافل
میں گذارتا تھا، صحابہ کرام کو شمعون کا حال سنکر شاق گزرا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ
یہ شرافت و عظمت ہمیں کس طرح نصیب ہو سکتی ہے جبکہ ہماری عمریں ہی ساٹھ ستر کے
درمیان ہوتی ہیں اور پھر یہ عمر بھی ہماری اس طرح گزرتی ہے کہ ایک حصہ تو نیند میں دوسرا
طلبِ معاش میں تیسرا بیماری و سستی و کوتاہی میں گزر جاتا ہے۔ اب ہم عبادت کریں تو

کس وقت؟ نفل گزاریں تو کس طرح؟ حبیب خدا کو بھی سن کر غم و حزن پیدا ہوا تو اس وقت خداوندِ عالم نے اپنے حبیب کو تسلی دینے کے لئے آیۂ شریفہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ نازل فرما کر واضح فرما دیا کہ اگرچہ تمہاری عمریں تھوڑی ہیں اور پہلی امتوں کی زیادہ ہیں لیکن ہم تم کو اس کے عوض ایک ایسی رات عنایت فرماتے ہیں کہ اس ایک رات کی عبادت کا اجر و ثواب اس اجر و ثواب سے بڑھ کر ہے جو پہلی امتوں کو ایک ہزار ماہ کی عبادت با مشقت پر نصیب ہوتا تھا، تم غمگین و محزون کیوں ہوتے ہو؟ ہمیں یہ منظور نہیں کہ ہم اپنے حبیب اور اس کی امت کو غمگین دیکھیں اور پھر اس کا سہل طور پر تدارک نہ فرمائیں۔ سبحان اللہ! اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دن خیال آیا کہ میری امت کی عمریں چھوٹی چھوٹی ہیں اور پہلی امتوں کی عمریں لمبی لمبی ہوتی تھیں، اسی لحاظ سے اممِ سابقہ کی عبادات زیادہ ہوں گی اور میری امت کی عبادتیں کم ہونگی تو قیامت کے دن سب کے سامنے میری امت کو ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا اور اپنی کمی عبادت کو دیکھ کہ میری امت شرمندہ ہوگی اور میری طرف منسوب ہو کر پھر اس کو یہ خجالت حاصل ہو تو افسوس، آپ اس خیال سے غمناک ہوئے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر غم و فکر کے آثار ظاہر ہوئے تو اس وقت مولیٰ الحقیقی نے یہ آیۂ شریفہ نازل فرما کر حبیب کو تسلی دی کہ تم کیوں گھبراتے ہو، اس کا علاج و تدارک ہمارے ذمہ ہے، جاؤ ہم تمہاری امت کو ایک رات کی عبادت پر ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر و ثواب دیں گے۔ (تفسیرِ عزیزی)

۷۸۔ علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس سے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ لوحِ محفوظ میں جو پہلی عبارت لکھی ہوئی ہے، وہ یہ ہے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ دِیْنُہُ الْاِسْلَامُ وَ مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَدَّقَ بِوَعْدِہٖ وَاتَّبَعَ رَسُوْلَہٗ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ۔

" معبودِ برحق ایک ہے اور اس کا پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں، پس جو شخص اللہ عزوجل کے ساتھ ایمان لائے گا اور اس کے وعدوں کو برحق جانے گا اور اس کے محبوب حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کرے گا تو پھر خالقِ دو جہاں مالکِ جن والانسان اس کو جنت میں داخل کرے گا۔"

سامعین! اس حدیث شریف سے نتیجہ آپ نکال لیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ہوتے ہوئے مولیٰ حقیقی نے لوحِ محفوظ کو متبرک و متیمن بنانے کے لئے اپنے نام کے بعد سب سے پہلے اپنے حبیب کا ہی نام مبارک لکھنا پسند فرمایا ہے۔

۷۹۔ امامِ احمد نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میرے مولیٰ کریم نے یہ خاص طور پر عنایت کی ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ رسولِ اکرم نے فرمایا جب مجھے یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی تو میں نے دربارِ عالی میں عرض کی کہ ستر ہزار تھوڑے ہیں، کچھ اور عنایت و مہربانی ہونی چاہئے! حکم ہوا کہ ہم ستر ہزار میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار کو بغیر حساب کے تیری امت میں سے جنت میں داخل کر دیں گے (جن کی مجموعی تعداد چار ارب نوے کروڑ ہوتی ہے)۔

حضرات! یہ مرتبۂ عُلیا اور یہ خصوصیاتِ عظیم الشان ہمارے حبیب کے سوا اور کسی نبی و رسول کو نصیب نہیں ہوئیں، اب فضیلت کا پتہ آپ لگائیں۔

۸۰۔ حبیبِ خدا کی رفعتِ شان اور عظمتِ قدر دیکھئے کہ خالقِ دو جہاں نے اممِ سابقہ میں سے کسی امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم نبیِ وقت کی آواز پر اپنی آواز کو بھی بلند نہ کرو، ورنہ تمہارے تمام اعمالِ نیک ضائع ہو جائیں گے اور تم اسی طرح خالی ہو جاؤ گے جس طرح پہلے تھے اپنے محبوب کی اس قدر عزت و عظمت منظور ہے کہ اہلِ اسلام کو حکم ہو رہا ہے کہ تم کسی قول و فعل میں میرے محبوب سے پیش قدمی نہ کرو، اگر کوئی مسئلہ حضرت سے

پوچھے تو تم پہلے ہی پیش قدمی کر کے جواب نہ دو، اگر کھانا حاضر ہو تو حضرت رسول اکرم سے پہلے کھانا شروع نہ کرو، اگر آپ کے مکان کی طرف چلیں تو تم بے ادب بن کر آگے نہ چلو۔

الغرض جب تک آپ کسی قول و فعل میں ابتدا نہ کریں تب تک تم پر لازم ہے کہ ادب کے ساتھ آپ کا انتظار کرتے رہو نیز حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ضروری ہے کہ تمہاری آواز کلام کرتے وقت حضرت کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے ورنہ تمہاری تمام عمر کی نیکیاں ہباءً منثورًا ہو جائیں گی۔

لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد صحابہ کرام حضرت کی مجلس میں اس قدر آہستگی سے کلام کرتے تھے کہ محبوبِ خدا کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی تھی، بلکہ بعض صحابہ نے تو یہ آیت سنکر حضرت کی مجلس میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ کہیں ہماری آواز بلند ہو جائے تو ہمارا ساری عمر کا ساختہ پرداختہ ہی ضائع نہ ہو جائے جب حضرت کو ان بعض صحابہ کی غیر حاضری معلوم ہوئی تو آپ نے ان کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم کیوں حاضر نہیں ہوتے ہو؟ عرض کی کہ ہم لوگ پیدائش میں ہی جہیر الصوت واقع ہوئے ہیں جس وقت سے یہ آیۂ شریفہ سنی ہے، ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کی آواز پر ہماری آواز بلند ہو کر ہمارا ستیاناس نہ کر دے۔ آپ نے فرمایا لَسْتُ هُنَاكَ یعنی تم اس کے اہل نہیں ہو، تم ایمانِ کامل کے ساتھ زندہ رہو گے اور ایمان پر ہی تمہارا خاتمہ ہو گا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائصِ کبرےٰ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مسجدِ نبوی میں ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی نے امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا تو مناظرہ میں خلیفہ منصور کی آواز بلند ہو گئی، امامِ مالک نے فرمایا خلیفہ! اپنی آواز کو مسجدِ نبوی میں پست کرو، کیا تم کو معلوم نہیں کہ خداوندِ عالم نے حکم دیا ہے کہ میرے حبیب کے دربار میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو ورنہ اعمال حبط ہو جائیں گے اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو حضرت کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرتے تھے اور ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے

جو اپنی آواز کو حضرت کے دربار میں پست کرتے تھے۔ امام مالک نے کہا کہ جس طرح حضرت دنیا میں پہلے زندہ تھے، اسی طرح اب بھی ہیں جن آداب کے بجالانے کی ہمیں پہلے ہدایت تھی وہ اب بھی ہے اور جس عزت و حرمت کا مدِ نظر رکھنا ہمارے لیے پہلے فرض تھا وہ اب بھی ہے خلیفہ سنکر سہم گیا اور چپ ہو گیا۔

علامہ روح البیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ علمائے ربانی حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اس لئے اہلِ اسلام کو چاہیئے کہ ان کی مجلس میں بھی انہیں آداب کو پیشِ نظر رکھیں جو ان کے مورث کے دربار میں بجالائے جاتے تھے۔

علامہ روح البیان لکھتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں جب کبھی کوئی جوان آدمی کسی شیخ بوڑھے کے آگے ہو کر چلتا تھا تو خداوند عالم اس کو زمین میں غرق کر دیتا تھا کہ اس نے کیوں شیخ بوڑھے کی بے ادبی کی ہے اس لئے اہلِ اسلام کو اب بھی لازم ہے کہ علما صلحا وارث انبیاء کے آگے ہو کر نہ چلیں ورنہ زمرۂ بے ادبوں میں شمار ہو گا اور بے ادب محروم ماند از لطفِ رب کا مصداق بننا پڑے گا۔

حضرت ابی الدرداء سے مروی ہے کہ مجھے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ اس حال میں دیکھا کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے آگے جا رہا تھا۔ آپ نے بلا کر فرمایا کیا تو اس شخص کے آگے ہو کر چلتا ہے جو دین اور دنیا میں تجھ سے بڑھ کر ہے اور تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جس سے اکرم و افضل انبیاء کرام کے سورج اور چاند نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا اور نہ دیکھے گا۔

۸۱۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صادق و مصدوق حبیب خدا نے فرمایا اَللّٰهُ يُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ (خدا دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں) یعنی دنیا میں جو کچھ مال اور رزق اور علم اور حکومت و بادشاہی و انتظام ملک و خیرات وغیرہ وغیرہ، خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ سب کچھ میری معرفت تقسیم ہوتا ہے اور میں ہر ایک چیز اور ہر ایک منصب کو مناسب موقع دیتا ہوں کیونکہ میرا نام قاسم اور میری کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرات یہ منصبِ جلیل اور فخرِ عظیم آج تک ہمارے رسولِ اعظم و افضل کے سوا کسی کو

نصیب نہیں ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ہی سردار اور ہمارے ہی مقتدا و رہنما سب حضرات انبیاءِ کرام سے اشرف و افضل ہیں۔

۸۲۔ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَاءُ یعنی مجھ پر شبِ معراج انبیائے کرام پیش کئے گئے۔ میں نے حضرتِ موسٰے کو دیکھا، معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہٴ شنوءہ میں سے ہیں، حضرتِ عیسٰی کو دیکھا تو وہ عروہ بن مسعود کے مشابہ تھے، حضرتِ ابراہیم کو دیکھا تو وہ میرے مشابہ تھے، حضرتِ جبرئیل کو دیکھا تو وہ دحیہ کلبی کے ہم شکل تھے۔

اس حدیث شریف میں دیکھا یہ ہے کہ آپ نے عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَاءُ فرمایا اور عُرِضْتُ عَلَیْهِمْ نہ فرمایا، اس کی کیا حکمت ہے؟ علامہ ملا علی قاری حنفی لکھتا ہے کہ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ ہمارے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سلطان الانبیاء ہیں، اسی واسطے سب حضرات انبیائے کرام آپ کے پیش کئے گئے اور ہمارے حضرت کو انبیائے کرام کی خدمت میں پیش نہ کیا گیا کیونکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تمام حضرات انبیائے کرام مثل لشکر کے ہیں اور حبیبِ خدا بادشاہ ہیں جن کے سامنے لشکر پیش ہوتا ہے اور آپ معائنہ فرماتے ہیں، اسی سبب سے بعض عارفوں نے لکھا ہے کہ تمام حضرات انبیائے کرام مقدمۃ الجیش ہیں اور حضرتِ رسولِ اکرم قلبِ لشکر ہیں جو کہ بادشاہ کی جگہ ہوتی ہے اور اولیاء امت قیامت تک ساقہ ہیں، باقی تمام انسان و ملائکہ میمنہ و میسرہ ہیں۔

علامہ ملا علی قاری لکھتا ہے کہ اس حدیث شریف سے آپ کی عظمتِ شان و افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ میرے خیال میں فہمِ سلیم سے کام لیا جائے تو بات وہی درست معلوم ہوتی ہے جسکو علامہ صاحب فرما رہے ہیں۔ ناظرین! آپ ذرا سوچیں اور سمجھیں تو حق واضح ہو جائے گا۔

۸۳۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وقت شیاطین برابر آسمانوں پر جاتے تھے اور وہاں کی خبریں لاکر کاہنوں کو پہنچاتے تھے اور کاہن لوگوں کو کچھ سچی اور جھوٹی باتیں بتلا کر گمراہ کرتے تھے۔ ہمارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

پیدائش کے وقت ہی شیاطین میں تہلکہ مچ گیا تھا اور ان کو آسمان پر جانے وقت نجوم انگاروں کا کام دینے لگے۔ شیاطین حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور ہماری آمد و رفت یکایک کیوں بند ہو گئی؟ آخر تلاش کرنے سے ان کو پتہ چل گیا کہ محبوب خدا سرور انبیاء تشریف لے آئے ہیں جن کی عزت و حرمت کے باعث ہمارا آسمانی خبروں کو چرانا بند ہوا ہے اور ہم پر آسمان پر آگ برسنی شروع ہو گئی ہے۔

تفسیر ابن مخلد میں لکھا ہے کہ شیطان جس قدر رنج و غم کے ساتھ عمر میں چار دفعہ رویا اور پیٹا ہے ایسا کبھی نہیں رویا۔ اول جس وقت اس کے گلے میں بوجہ نافرمانی طوق لعنت پہنایا گیا تھا۔ دوم جس وقت آسمانوں سے اتارا گیا تھا۔ سوم جس وقت محبوب خدا سرور انبیاء حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ چہارم جس وقت رسول اکرم پر فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تھی۔ ایک شاعر نے شیطان کے رونے کو بوقت ولادت آنحضرت شعر میں لکھا ہے ؎

لِمَوْلِدِهٖ قَدْ رَنَّ إِبْلِيْسُ رَنَّةً
فَسُحْقًا لَهٗ مَا يُفِيْدُ رَنِيْنَهٗ

ترجمہ:۔ "حضرت کی پیدائش کے وقت شیطان چیخا اور چلایا۔ اس کے لئے ہلاکت اور دوری ہو اس کو چیخنا اور چلانا کیا مفید ہو سکتا ہے۔"

علامہ عطاء الخراسانی نے لکھا ہے کہ جس وقت آیہ شریفہ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (جو شخص برا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے۔ پھر مولیٰ کریم سے توبہ و استغفار کرے تو وہ رب رحیم خداوند ازلی کو بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا) نازل ہوئی تو اس وقت بھی شیطان نے ایک ایسی دردناک چیخ ماری کہ تمام روئے زمین سے شیطان کا لشکر سنکر جمع ہو گیا۔ دریافت کیا کہ تم نے ایسی دردناک چیخ کیوں ماری؟ شیطان نے کہا کہ آج مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔ پوچھا گیا۔ کہا کہ یہ آیہ شریفہ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا نازل ہوئی ہے جس نے میری کمر کو توڑ ڈالا ہے اور میرے

حوصلہ کو پست کر دیا ہے کیونکہ میں امتِ محمدیہ کے لئے معاصی کو مزین کر کے اس کو اپنی حسبِ منشا چلانے کی کوشش کرتا رہا، اس آیت نے میرے کاروبار کو تہ و بالا کر دیا ہے کیونکہ امتِ محمدیہ گناہ کرنے کے بعد جب استغفار کرے گی تو میری سب کوشش ضائع اور وہ سب بخشی جائے گی۔ مجھے یہ ایسا صدمہ پہنچا ہے کہ کبھی نہیں پہنچا تھا، اچھا میں اب اس امت کے افراد کو اس طرح گمراہ کروں گا کہ بدعات کو اس کے سامنے اس طرح مزین کرونگا کہ وہ ان کو دین بنا کر اس پر عمل کریں گے اور اس سے توبہ و استغفار نہ کریں گے کیونکہ وہ بدعات کو دین سمجھیں گے۔

لکھا ہے کہ شیطان نے نزولِ آیت کے بعد اپنے لشکر سے مشورہ لیا تھا کہ امتِ محمدیہ کو گمراہ کرنے کے لئے کیا حیلہ کیا جائے اور کس طرح اس آیت کو صراطِ مستقیم سے پھسلایا جائے؟ سوچو اور بتلاؤ، تمام لشکر حیران تھا اور سوچتا تھا کہ کیا کیا جائے کہ پھر شیطانِ رجیم نے کہا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے اس کو بہکانے کا یہی طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعات کو دین بنا کر اس کے سامنے پیش کیا جائے، وہ دین سمجھ کر بدعات پر عامل ہو گی اور توبہ و استغفار کا نام نہ لے گی، وہ گمراہ ہو گی اور ہمارا مقصود پورا ہو گا۔

سب نے سنکر مرحبا اور آفرین کہا، جاننا چاہیئے کہ شیطان ہمارا دیرینہ دشمن ہے، یہ شب و روز کوشش کرتا ہے کہ افضل الرسل کی امت کے اعمال خراب و خستہ ہوں تو قیامت کے دن سب کے سامنے یہ رسوا ہو، اس لئے تم اس سے آگاہ رہو اور ہر وقت توبہ و استغفار سے کام لے کر اس سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ ہر حیلہ اور بہانہ سے تم کو تکلیف دینے کی سعی کرتا ہے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

(خصائص کبریٰ، جواہر البحار)

۸۴۔ علامہ ابوالحسن جمال فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل و اعلیٰ ہیں یا کہ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام؟ آپ نے فرمایا حضرتِ محمد محبوبِ خدا

افضل واشرف ہیں۔ سائل نے کہا اس دعویٰ پر دلیل کونسی ہے؟ فرمایا خداوندِ عالم جل جلالہ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور اپنی ذات کے مابین "لام" مِلک کا لاکر وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (اور بنایا میں نے تم کو خاص اپنے واسطے) قرآن میں فرما کر فرق واضح کر دیا ہے اور حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (تحقیق جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے) نازل فرماکر ثابت کر دیا ہے کہ کلیم قائم مقام وصف ہے اور حبیب قائم مقام ذات ہے، اب جو فرق ذات اور وصف میں ہوتا ہے وہی فرق ان دونوں حضرات میں موجود ہے۔

(جواہر البحار)

۸۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی مصر میں آیا، اس نے کہا کہ میرا شبہ ہے، اگر وہ زائل ہو جائے تو میں صدقِ دل سے مسلمان ہو جاؤں گا۔ دارالحدیث کاملیہ میں حضرات علمائے کرام جمع ہوئے۔ شیخ عزالدین بن سلام جواب دینے کے لئے تیار ہوئے۔ نصرانی نے کہا متفق علیہ فضل ہوتا ہے یا مختلف فیہ؟ شیخ عزالدین نے فرمایا متفق علیہ افضل ہوتا ہے۔ نصرانی نے کہا حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ہمارا اور تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے اور حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے بارے میں اختلاف ہے، اہلِ اسلام تو آپ کو رسولِ برحق یقین کرتے ہیں اور نصرانی آپ کو نبی و رسول تسلیم نہیں کرتے اس لئے مطابق قول تمہارے سے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام افضل و اعلیٰ ہیں۔

شیخ عزالدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب سنکر سر نیچے کر لیا، سوچنے لگے یہاں تک کہ دیر ہوگئی اور اہلِ اسلام گھبرا اٹھے۔ پھر نصرانی کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو تم تسلیم کرتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خوشخبری سنائی تھی کہ میرے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا جس کا اسمِ گرامی احمد ہوگا۔ ہمارے قرآن شریف میں اس کی تصدیق بایں الفاظ موجود ہے:-

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ

"اور خوشخبری سنانا ایک رسول کی جو آئے گا مجھ سے پیچھے، اس کا نام احمد ہے۔"

اس لیئے تم پر لازم ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کی تابعداری کرو اور جس محبوب کی خوشخبری سنا گئے ہیں، اس پر صدقِ دل سے ایمان لاکر نجاتِ ابدی حاصل کرو کیونکہ اپنے سے افضل واشرف کی لوگوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے، ہم اہلِ اسلام تو مطابق خوشخبری حضرتِ عیسٰے علیہ السلام حضرتِ رسولِ اکرم پر ایمان لاچکے ہیں اب تم بھی مبشرِ افضل کے غلام بن جاؤ۔ نصرانی نے اسی وقت اہلِ اسلام کے روبرو کلمۂ شہادت پڑھا اور صدقِ دل سے مسلمان ہو کر حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کا قائل ہو گیا۔

(جواہر البحار فے فضائل النبی المختار)

۸۶۔ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ

"میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔"

یہ خصوصیت اور یہ شرف و فضیلت ہمارے نبی افضل الرسل کی امت کے سوا اور کسی نبی کی امت کو عطا نہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ جس کی امت اوصاف و محاسن میں باقی امم سابقہ سے ممتاز ہے، اس امت کا سردار بھی ہر ایک وصف و خوبی میں تمام انبیائے کرام سے اشرف و اعلیٰ ہے۔

۸۷۔ قرآن شریف خبر دے رہا ہے کہ حبیبِ خدا کی امت عادل اور صاحبِ خیر ہے اس لئے باقی امم پر قیامت کے دن گواہی دے گی، وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اسی معنی کی دلیل ہے، مروی ہے کہ انبیائے سابقین کی امتیں خداوندِ عالم کے حضور میں کہیں گی کہ ہم کو تیرے احکام سے باخبر نہیں کیا اور ہمارے پاس تیری طرف سے کوئی رسول نہیں پہنچا، ہمارے پاس کوئی مبلغ نہیں آیا جس نے تبلیغ کی ہو، ہم بے گناہ ہیں اس لئے ہمیں معافی دی جائے۔

انبیائے کرام حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تیرے احکام کی ان لوگوں کو تبلیغ کی اور ان کو بار بار تیری رضامندی اور ناراضگی سے واقف کیا، انہوں نے ہماری مخالفت کی اور انہوں نے ہمارا مذاق اڑایا اور تیری قدوسیت پر دھبہ لگایا، ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں لیکن تبلیغ کو پسند نہ کیا۔ بارگاہِ عالی سے حکم ہوگا شاہد پیش کرو کہ واقعی تم نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے۔ انبیائے کرام عرض کریں گے کہ ہماری طرف سے شاہد امتِ محمدیہ ہے، امتِ محمدیہ حاضر ہوگی اور شہادت دے گی کہ حضرات انبیائے عظام سچے ہیں، انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا تھا اور تیرے احکام کی ان لوگوں کو تبلیغ کر دی تھی لیکن انہوں نے ان کو نہ تسلیم کیا بلکہ الٹی تکلیفیں پہنچائی تھیں۔

امم سابقہ اعتراض کریں گی کہ ہمارے وقت میں امتِ محمدیہ موجود نہ تھی، اس کی شہادت قابلِ تسلیم نہیں، اس کو کیسے خبر ہے کہ ہم نے ان کی نافرمانی کی تھی، امتِ محمدیہ کہے گی کہ ہم کو قرآن شریف نے بتلایا ہے اور مولیٰ حقیقی نے بزبان رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں آگاہ کیا ہے کہ پہلی امتوں کے پاس رسول پہنچے تھے لیکن امتوں نے نافرمانی کی تھی، مولیٰ حقیقی اور رسولِ اکرم اور قرآنِ مجید صادق ہیں اس لئے ہمیں یقین ہے کہ ان کی خبر بھی صادق ہے اور مطابقِ واقع ہے، پھر عدالت اور تزکیۂ امتِ محمدیہ کے لئے ضرورت پڑے گی تو حضرتِ رسولِ اکرم شفیع الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر فرمائیں گے کہ میری امت عادل ہے، اس کی شہادت قابلِ قبول ہے۔ البتہ فیصلہ انبیائے کرام کے حق میں ہوگا اور امتیں ذلیل و رسوا ہوں گی۔

اس تمام واقعہ سے بھی امتِ محمدیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے مرتبۂ شہادت امت کو افضل الرسل کی عنایت و مہربانی سے عطا ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس امتِ مرحومہ کا نبی رحیم بھی سب امتوں کے مبلغین سے افضل و اشرف ہے۔

۸۸۔ عصمتِ انبیائے کرام اعتقادی اور یقینی مسئلہ اور حسنات الابرار سیئات المقربین بھی جملہ مصدقہ ہے اسی بنا پر خداوند تعالیٰ جل جلالہ نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سورۂ فتح کی ابتداء میں غفرانِ ذنوب کا حکم سنا کر

واضح کر دیا ہے کہ اس شان اور عظمت کا اور کوئی نبی و رسول نہیں ہے۔

حضرات آپ تحقیق سے دیکھیں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ فضیلت ہمارے حبیب کے سوا اور کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی اور کسی کتاب میں قطعیت کے ساتھ کسی نبی کو کسی کتاب میں غفرانِ ذنوب سے موصوف نہیں کیا گیا حالانکہ اعتقاد کے لحاظ سے سب حضرات معصوم ہیں لیکن مولیٰ حقیقی نے کسی کو ہمارے نبی رحیم کے سوا اس صفتِ خاص سے مزین نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ آپ ہی سرورِ انبیاء ہیں اور آپ ہی تاجِ اصفیاء ہیں اور آپ ہی محبوبِ خدا ہیں اور آپ ہی کلی طور پر افضل الرسل ہیں، باقی رہا یہ سوال کہ باوجود اس عظیم الشان مرتبہ کے پھر رسولِ اکرم ایک ایک دن میں ستر دفعہ استغفار کیوں پڑھتے تھے؟ تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت کا استغفار پڑھنا آپ کے کمال کو نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ ہی غفرانِ ذنوب ما تقدم وما تاخر کے یہ منافی ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ گنہگار ہونے کے بعد استغفار پڑھتے تھے بلکہ بات اصل یہ ہے کہ استغفار سے انسان کو اجرِ عظیم اور ثوابِ فخیم دیا جاتا ہے اس لئے آپ استغفار پڑھتے تھے، دوم امت کو تعلیم دینی منظور تھی، سوم حبیبِ خدا ہر لحظہ ہر آن میں مقاماتِ عالیہ کی طرف ترقی کرتے تھے، جب آنحضرت مقامِ سابق کو مقامِ لاحق کے لحاظ سے غیر کامل اور ناقص دیکھتے تھے تو اس وقت آپ مقامِ سابق سے استغفار پڑھتے تھے اور مقامِ عالی کے طالب نظر آتے تھے۔

۸۹۔ حبیب خدا فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی قبر سے نکلوں گا اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور میری سفارش سب سے پہلے قبول ہوگی اور خاص کر میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور مقامِ وسیلہ میرے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوگا جس وقت قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہوں گے، سب سے پہلے میں ہی ہوش میں آؤں گا اور میرا حشر ان ستر ہزار ملائکہ کے درمیان ہوگا جو ہمیشہ میری قبر پر استغفار و درود شریف کا وظیفہ کرنے پر

مامور ہیں اور خصوصیت کے ساتھ براق میری سواری کے لئے مقرر ہوگا، جنت میں سے خاص طور پر مجھے ہی دو حُلّے موقف میں پہنائے جائیں گے اور میرے نام کی موقف میں تشہیر کی جائے گی اور عرش کی دائیں طرف کھڑے ہونے کے لئے مجھے ایسا مقام دیا جائیگا کہ اور کی کو اس مقام پر کھڑا ہونا غیر ممکن ہے وہ ایسا مقام ہے جس میں اولون و آخرون میرا غبطہ کریں گے، میں ہی انبیاء کرام کا حشر کے دن امام ہوں گا اور میں ہی ان کا خطیب و قائد ہونگا اور میں ہی سب سے پہلے خداوند عالم کا دیدار کرونگا اور میرے لئے سب سے پہلے سجدہ کرنے کا حکم ہوگا اور سب سے پہلے سجدہ سے میں ہی سر اٹھاؤں گا اور مجھ سے تبلیغ رسالت پر کوئی شاہد طلب نہیں کیا جائے گا اور مجھے چھ دفعہ شفاعت کرنے کا فخر دیا جائیگا اول شفاعت عظمیٰ فصل قضا میں۔ دوم شفاعت کہ میری امت میں سے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں، سوم شفاعت ان مسلمان گنہگاروں کی جو کہ مستحق نار ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل نہ ہوں، چہارم شفاعت کفار کی کہ ان سے عذاب ہلکا کیا جاوے۔ پنجم شفاعت کہ مشرکوں کے چھوٹے بچے عذاب میں نہ ڈالے جائیں، ششم شفاعت کہ اہل ایمان کے جنت میں درجات و مراتب بلند ہوں۔ (خصائص کبریٰ)

۹۰۔ محبوب خدا رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے مکہ مکرمہ میں لڑائی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی گئی تھی اور نہ ہی کسی کو پہلے یہ حکم ہوا ہے کہ وہ بغیر احرام خانۂ خدا مکہ مکرمہ میں داخل ہو، مجھے تھوڑی دیر کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ اجازت دی گئی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں بغیر احرام داخل ہو کر کفار کے ساتھ جہاد کروں۔ حاضرین! یہ شرافت و فضیلت بھی ہمارے نبی رحیم کے سوا اور کسی رسول و نبی کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔

(خصائص کبریٰ)

۹۱۔ والیٔ دوجہاں مالک جن و انسان حضرت محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خاص مرتبہ ہے کہ آپ کسی امتی کو بلائیں تو وہ فوراً لبیک کہے اگرچہ وہ نماز ہی کیوں نہ ہو۔ بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ حضرت نے سعید ابن معلیٰ کو بلایا تو وہ خاموش رہے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے، حضرت نے فرمایا تم نے میری آواز کا جواب کیوں نہیں دیا؟

عرض کیا میں نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ خداوندِ عالم فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (ایمان والو جب تمہیں اللہ اور اللہ کا رسول بلاوے تو تم ان کو جواب دو) حاضرین! خیال کرو کہ حبیبِ خدا کی کس قدر عظمت ہے!

(مدارج النبوۃ، شفاء، مواہب لدنیہ وغیرہ)

۹۲- یوم الحساب کو ربِ قہار جب اپنی قہاری کی تجلی دکھائے گا تو سب حضرات انبیائے کرام و رسلِ عظام نفسی نفسی کا نعرہ بلند کریں گے اور اپنی پیاری امتوں کو فراموش کر دیں گے، صرف وہاں ایک ہی ذات رؤف و رحیم حریص علیکم کی جلوہ افروزی ہو گی جو اپنی ذات کو چھوڑ امتی امتی کا آواز دے گی اور اپنی امتِ مرحومہ کو اپنی جان پر ترجیح دے گی، اس فضیلت اور اس مرتبت کا انسان کامل آپ تلاش کریں گے تو ہمارے نبی کریم کے سوا کوئی نہیں ملے گا سامعین! آپ کے خیال میں امت کا ایسا ہمدرد اور دلی خیر خواہ اور پھر اس پر حریص کوئی اور نبی موجود ہو تو آپ نام لیں تاکہ ہم بعد از موازنہ فیصلہ کریں کہ یوم الحشر کو امت کا وظیفہ کون پڑھ رہا ہے اور اپنے نفس کو کون یاد کر رہا ہے۔

(بخاری و مسلم)

۹۳- خداوندِ عالم کو تمام انبیاء میں سے اپنے حبیبِ پاک کی اس قدر عزت و حرمت مدِ نظر ہے کہ اور کسی کی نہیں، قیامت تک سب اہلِ اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ حبیب کی آل و اولاد کے ساتھ محبت و مودت رکھیں، یہ مرتبہ اور کسی نبی کی اولاد کو نہیں بخشا گیا۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلق ہے، اس کے ساتھ محبت رکھنا اہلِ ایمان کا فرض ہے۔ حبیبِ خدا فرماتے ہیں کہ تم عرب کے ساتھ محبت رکھو کیونکہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے، اہلِ جنت کی زبان عربی ہو گی۔

معلوم ہوا کہ افضل الرسل کی شرافت و فضیلت مالکِ دو جہان کو اس قدر منظور ہے کہ حبیب کے عربی ہونے کے باعث اہلِ جنت کی بولی بھی عربی مقرر فرما دی حالانکہ دنیا میں اور ہزار زبانیں ہیں لیکن خالقِ کل کو جس قدر عربی کے ساتھ خاص تعلق ہے اور کسی زبان کے ساتھ نہیں، اگر ہوتا تو ضرور اہلِ جنت کی وہی زبان مقرر ہوتی اِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔

۹۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ

"جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔"

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں :۔

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

"جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔"

ایک تیسری حدیث میں یوں وارد ہے :۔

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ

"جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی پس تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"

یہ خصوصیت اور یہ مرتبہ بھی ہمارے نبی کریم کے سوا اور کسی کو نہیں بخشا گیا کہ قبر کی زیارت سے شفاعت واجب ہو اور قبر کی زیارت گویا اہل قبر کی زیارت متصور ہو اور زیارت نہ کرنے والا ظالم ثابت ہو۔ اگر کسی اور کی شان میں ایسے الفاظ وارد ہوں تو آپ پیش کریں تاکہ معلوم ہو کہ باعتبار مرتبت و منزلت سب مساوی ہیں یا مختلف ہیں۔

۹۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسنہ و اخلاق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لا کر پورا کیا ہے۔ حبیب خدا فرماتے ہیں :۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

"میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو تکمیل تک پہنچاؤں۔"

معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام کی بعثت کے زمانہ میں مکارم اخلاق

غیر مکمل رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا گیا تاکہ آپ مکارمِ اخلاق کی کماحقہٗ تکمیل کریں۔

بعض حضرات علمائے کرام نے لکھا ہے کہ تعلیم مکارمِ اخلاق کا یہ معنیٰ نہیں کہ جو اخلاقِ برگزیدہ باقی رہ گئے تھے صرف رسولِ اکرم ان سے موصوف تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جن مکارمِ اخلاق کے حضراتِ انبیاء مالک تھے، ان سب سے بمع باقی مکارمِ اخلاق کے حبیبِ خدا مزین تھے یعنی مکارمِ اخلاق کے افراد میں سے کوئی فرد باقی نہیں جو حضرت کی ذات پر صادق نہ آیا ہو۔

حضرات سامعین! جن اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ جمیلہ، شمائلِ حسنہ، خصائلِ برگزیدہ، مکارمِ اخلاق سے انبیائے کرام خالی تھے وہ سب حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائے جاتے تھے اور آپ ہر طرح سے کامل و مکمل تھے، ختمِ نبوت کا یہی معنیٰ ہے کہ نبوت آپ کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچ گئی۔ بعد از تکمیل کوئی نبی، اصلی یا ظلی آکر تکمیل میں نقص پیدا کرے کیونکہ نبی کے آنے کی تب ضرورت پڑتی ہے جب مکارمِ اخلاق کی تکمیل نہ ہو، بعد از تکمیل کسی مصنوعی جعلی، افترا پرداز دجال کا دعویٰ نبوت کرنا مخالف قرآن اور حدیث ہے، باوجودیکہ ختمِ نبوت سے انسان واقف بھی ہو پھر دعویٰ نبوت بھی کرے تو اس کے کفر میں رتی کے برابر شک نہیں۔

۹۶ - حبیبِ خدا باوجودیکہ امی لقب تھے لیکن جس قدر علومِ غیبیہ و اسرارِ خفیہ و رموزِ خفیہ سے آپ واقف تھے، باقی حضرات نہیں تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سنایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ یعنی جناب نے کل واقعات و حوادث جو قیامت تک ہونے والے تھے، بیان فرمادئے۔

علامہ مُلّا علی قاری اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلیات و جزئیاتِ کائنات کے عالم ہیں اور ان امور سے جو گزر چکے ہیں اور قیامت تک جو گزریں گے، سب پر آپ محیط ہیں۔

بخاری شریف میں وارد ہے :

قَدْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

"تحقیق زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں"

ایک اور حدیث حضرت عمر سے مروی ہے :-

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مُقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ الخ

"ایک جگہ حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر ابتدائے خلق سے لے کر آخیر تک تمام حالات جنتیوں و دوزخیوں اور معاش و معاد کے بیان فرما دیئے"

طبرانی میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے :-

أُوْتِيَ نَبِيُّكُمْ عِلْمَ كُلِّ شَيْئٍ

"حضرت رسول کریم و رحیم ہر ایک چیز کا علم دئے گئے ہیں"

ترمذی میں روایت ہے کہ خداوند عالم نے میرے دونوں شانوں کے درمیان دست قدرت رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینہ میں پائی پس مجھے مشرق و مغرب کی درمیانی موجودات کا علم ہو گیا۔

فتح الباری میں ایک روایت ہے :-

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

"پس مجھے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم ہو گیا"

علامہ سعید ابن المسیب سے مروی ہے کہ ہر روز صبح و شام حضور علیہ السلام پر آپ کی امت پیش کی جاتی ہے۔ آپ اپنی امت کو دیکھتے ہیں۔ ان کے اعمال و افعال پہچانتے ہیں اور آپ قیامت کے دن امت پر گواہ ہیں۔

عراقی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ حضور سرور کائنات پر تمام مخلوق حضرت

آدم سے تا روزِ محشر پیش ہو چکی ہے۔ پس آپ تمام مخلوق کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح حضرت آدم اسمار کو پہچانتے تھے۔

احادیثِ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر علوم غیبیہ عطا کئے گئے ہیں کہ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ بھی ان علوم کے روبرو ہیچ ہیں اور آپ کا اعلم ہونا تو صحابہ کرام کے قول "اللہ ورسولہ اعلم" سے ہزار جگہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں، صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی حضرت کے علوم میں سے لوح اور قلم کا بھی ایک علم ہے، آپ کو خداوندِ عالم نے اس قدر علوم عطا کئے ہیں کہ علم لوح و قلم بھی اس کا ایک حصہ ہے، آپ فرماتے ہیں اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے صاحبِ قصیدہ بردہ کیا اچھا فرماتے ہیں ؎

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمٍ
وَکُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا
یُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

ترجمہ: "آپ تمام انبیاء سے خلق اور خُلق میں بڑھ کر ہیں، آپ کے علم اور کرم سے تمام حضرات بہت دور ہیں، تمام حضرات انبیائے کرام کے علوم کو آپ کے علم کے ساتھ اس طرح نسبت ہے جس طرح ایک چلّو پانی کو سمندر سے یا ایک دفعہ چوسنے کو بارش پیوستہ سے، حبیب خدا فضل و بزرگی کا سورج ہیں اور تمام انبیاء اس کے ستارے ہیں جو کہ اپنے انوار سے حاصل کردہ شمس سے لوگوں کو اندھیرے میں فائدہ پہنچاتے ہیں۔"

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو علوم غیبیہ و اسرار خفیہ علیٰ وفق ارادۃ اللہ عنایت ہوئے ہیں بالخصوص سرورِ عالم فخر آدم و آدمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کہ اور مناقب میں مخلوق پر برتری ہے ویسے ہی حضور انور اس صفت میں سب سے بڑھ کر ممتاز ہیں۔

۹۷۔ یہ مرتبہ اور شرف ہمارے رسولِ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کے سوا اور کسی رسول و نبی کے اہلِ بیت کو نہیں سنایا گیا کہ وہ رجس و شرک سے قطعی طور پر منزہ و مبرّا ہیں، خالقِ دو جہاں نے آیت تطہیر نازل فرما کر سب پر روشن کر دیا ہے کہ ہمارے حبیب کے اہلِ بیت مقدس و مطہر ہیں اور وہ تمام پلیدیوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف ہیں، یہ شرافت و کرامت اہلِ بیت کو محبوبِ خدا والیٔ دو جہاں افضل الرسل کے تعلق سے حاصل ہوئی ہے نہ اس شان کا پہلے کوئی رسول ہوا اور نہ ہی اس کی اہلِ بیت کو اس کے تعلق کی وجہ سے یہ عظمت نصیب ہوئی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (خصائص کبریٰ)

۹۸۔ طبرانی، معجم اور بیہقی اور علامہ قاضی عیاض نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ أَثْلَاثًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا ثُلُثًا وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ فَأَنَا مِنَ السَّابِقِيْنَ وَأَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ الْأَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَجَعَلْنَاكُمْ

شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ فَاَنَا اَتْقٰی وُلْدِ اٰدَمَ وَاَکْرَمُهُمْ عَلَی اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِهَا بَیْتًا وَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۔

ترجمہ:۔ " اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا اور یہ وہ بات ہے جو خدا نے فرمائی 'داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے' تو میں داہنے ہاتھ والوں سے ہوں اور میں سب داہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں اور پھر ان دو قسموں کے تین حصے کیے تو مجھے بہتر حصے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ ارشاد ہے کہ داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے اور سابقین تو میں سابقین میں ہوں اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں، پھر ان حصوں کے قبیلے مقرر کیے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا اور یہ خدا کا وہ فرمان ہے کہ ہم نے کیا تمہیں شاخیں اور قبیلے (یعنی الی قولہ تعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ) بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے یہاں وہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیزگار ہے تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا اور کچھ فخر مراد نہیں، پھر ان قبیلوں کے خاندان تجویز کیے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے کہ خدا یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اے نبی کے گھر والو! اور تاکہ تمہیں خوب پاک کر دے ستھرا کر دے۔"

اس حدیث شریف سے بھی بیّن طور پر شانِ حضرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتی ہے۔

۹۹۔ نبی رحیم و کریم کی افضلیت ذیل کی حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے ابن عساکر اور بزاز نے حضرتِ ابی ہریرہ سے اس کو روایت کیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں :-

خِیَارُ وُلْدِ اٰدَمَ نُوْحٌ وَّ اِبْرَاهِیْمُ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمُحَمَّدٌ

وَخَیْرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ :- " بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں، نوح و ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب بہتروں میں بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں "

انہیں پانچ پیغمبروں کو اولوالعزم بھی کہتے ہیں -

۱۰۰- دارمی میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَدْرَكَ بِیَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَ لِیْ اِخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلًا غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰهِ وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الحدیث -

" جب رحمتِ خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا ہم دنیا میں پچھلے اور روزِ قیامت میں اگلے ہیں اور میں ایک بات کہتا ہوں جس میں فخر و ناز کو دخل نہیں، ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسٰی اللہ کے صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور میرے ہاتھ قیامت کے دن لواء الحمد ہوگا "

محبوب خدا حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مذکور میں وَ اخْتَصَرَ لِیْ اِخْتِصَارًا جو جملہ فرمایا ہے، اس کی توضیح و تشریح میں حضرات علمائے کرام کے بہت سے قول ہیں جن میں سے چند آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں :

اوّل یعنی مجھے اختصار کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر ،

دوم میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے -

سوم یہ کہ میرے لئے امت کی عمریں کم کیں کہ تکالیف دنیا سے جلدی خلاصی پائیں

گناہ کم ہوں، نعمت ابدی تک جلد ان کا وصول ہو۔

چہارم: میرے غلاموں کے واسطے پلصراط کی راہ کہ پندرہ ہزار برس کی ہے، اتنی مختصر کر دے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے۔

پنجم: قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کی راہ ہے، میری امت کے لئے اس سے کم دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

ششم: زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کر دی کہ آنا جانا اور تمام مقامات کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانا، سب تین ساعت میں ہو گیا۔

ہفتم: علوم و معارف جو ہزارہا سال کی محنت و ریاضت میں حاصل نہ ہوسکیں، میری چند روزہ خدمتگاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دیئے۔

ہشتم: مشرق سے لے کر مغرب تک اتنی وسیع دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر بنا دیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

نہم: مجھ پر ایسی کتاب اتاری جس کے معدود اوراق میں تمام اشیائے گذشتہ و آئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں، اس سے زیادہ اور کیا اختیار ہوسکتا ہے۔

دہم: اگلی امتوں پر جو اعمال شاقہ طویلہ تھے، میری امت سے اٹھا لئے، پچاس نمازوں کی پانچ رہیں اور ثواب میں پوری پچاس، زکوٰۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصہ رہا اور کتاب فضل و کرم میں ربع کا ربع وعلیٰ ہٰذا القیاس والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ واحبابہ اجمعین۔

۱۰۱۔ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اور میری امت قیامت کے دن سب سے اونچی بلندیوں پر ہوں گے، اس دن کوئی ایسا نہ ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

۱۰۲۔ طبرانی اور بیہقی میں حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے:۔

قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا
فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَحَدٍ
اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

ترجمہ :۔ " جبریل نے مجھ سے عرض کی، میں نے پورب پچھم ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی کوئی شخص مجھے حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نظر نہ آیا نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر معلوم ہوا۔"

اس حدیثِ صحیح سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیتِ مطلقہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرتِ جبرئیل ایسے آدمی کی تلاش سے عاجز رہے جو ہمارے نبی رحیم سے افضل و اعلیٰ ہو۔

۱۰۳۔ علامہ ابونعیم کتاب المصرفہ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مجھ سے ایک فرشتہ نے سلام کے بعد عرض کی کہ میں مدت سے اپنے رب سے حضور کی قدمبوسی کے لئے اجازت مانگتا تھا یہاں تک کہ اب اس نے اذن دیا، میں حضور کو مژدہ سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو حضور سے زیادہ کوئی عزیز اور پیارا نہیں۔

۱۰۴۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو ان میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا اور اسے اپنی ذات کے لئے چن لیا۔ بیہقی میں حضرتِ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مخلوقِ الٰہی سے عزت و کرامت میں زائد ہیں۔

۱۰۵۔ ہمارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام حضرات انبیائے کرام پر خصوصیت کے ساتھ شرافت و عزت بخشی گئی ہے۔ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو ساتھی رہتے ہیں، ایک تو نیکیوں کی ہدایت کرتا ہے، دوسرا برائیوں کی رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ رسولِ اکرم کو خاص طور پر یہ فخر دیا گیا ہے کہ آپ کا برا ساتھی بھی مسلمان ہو گیا تھا اور آپ اس کی شر سے

ہر وقت محفوظ رہتے تھے بلکہ وہ آپ کو بجائے بُرے کام کی طرف ترغیب دینے کے، حسنات کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا، نیز خصوصیت کے ساتھ مولی نے آپ کو یہ بھی شرافت بخشی ہوئی تھی کہ آپ کی بیویاں نیک کاموں میں آپ کی مددگار واقع ہوئی تھیں برخلاف بعض حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں کے کہ وہ ان کو مولیٰ حقیقی کی مرضی کے خلاف ترغیب دیتی تھیں۔

۱۰۶۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بعض صحابہ کرام نے عرض کی کہ خداوند عالم نے حضرت آدم کو اپنا صفی بنایا، حضرت ابراہیم کو خلیل تجویز کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے پیدا کیا، آپ کو کونسا شرف عطا کیا گیا ہے؟ حضرت جبرئیل پیغام خداوندی لائے کہ ہمارے حبیب کو سنا دو کہ اگر ہم نے حضرت ابراہیم کو خلیل مقرر فرمایا ہے تو اس کے عوض تجھ کو حبیب بنایا ہے، حضرت موسیٰ کو ہم کلامی کا شرف زمین پر دیا گیا ہے تو اس کے مقابل سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تیرے ساتھ کئی ہزار کلام کرکے تجھ کو خاص عزت دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ کو روح القدس سے پیدا کیا گیا ہے تو تمام مخلوق سے دو ہزار برس پہلے تیرے اسم کو ظاہر کیا گیا ہے اور آسمانوں میں آپ کو ایسی جگہوں کا سیر کرایا گیا ہے جس کو آپ کے سوا نہ کسی نے پہلے دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھے گا، حضرت آدم کو صفی بنایا گیا ہے تو تجھ کو مکارم اخلاق کا متمم و مکمل بنا کر خاتم النبوت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میری مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی عزت و شرافت ہمارے نزدیک آپ سے بڑھ کر ہو نیز آپ کو حوض کوثر دیا گیا، شفاعت عظمیٰ دی گئی، لواء الحمد بخشا گیا اور آپ کے اسم مبارک کو اپنے اسم کے ساتھ ملا کر زمین و آسمان میں شہرت دلائی گئی، مختصر یہ کہ میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے حبیب کی عزت و کرامت سے آگاہی حاصل کرے، اگر حبیب کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو دنیا اور اہل دنیا بھی پیدا نہ ہوتے۔

۱۰۷۔ حدیث صحیح میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص حبیب خدا کو خواب میں دیکھے گا

وہ یقیناً آپ کو ہی دیکھے گا کیونکہ شیطان کو یہ طاقت نہیں دی گئی کہ وہ حبیب خدا کی صورت بن کر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالے نیز محبوب خدا نے فرمایا ہے جس نے میری زیارت خواب میں کی وہ عنقریب مجھے عالم بیداری میں بھی دیکھے گا، یہ خصوصیت بہ شرافت و حرمت ہمارے آقا کے سوا کسی کو نہیں دی گئی کہ شیطان اس کی صورت نہ بن سکے حبیب خدا کا نام نہ دیکھئے کہ قیامت کے دن مولیٰ کے دربار میں دو آدمی ایسے کھڑے کئے جائیں گے جن کا نام محمد اور احمد ہو گا ان کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ دونوں عرض کریں گے ہم تو جنت کے اہل نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے کوئی ایسے نیک عمل کئے ہیں جس کے باعث ہم مستحق جنت ہوں کس سبب سے ہم کو جنت عطا کی جاتی ہے، رب رحیم مولیٰ کریم فرمائیں گے تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس کا نام محمد اور احمد ہو گا اس کو میں جہنم میں داخل نہ کروں گا کیونکہ یہ دونوں نام میرے حبیب کے نام ہیں۔

۱۰۸۔ آثار قدیمہ میں لکھا ہوا ہے کہ لوحِ محفوظ میں انبیائے کرام کی امتوں کے بارے یہ الفاظ مکتوب ہیں:

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَلَہُ الْجَنَّۃُ وَمَنْ عَصٰی فَلَہُ النَّارُ

"جس نے اطاعت کی اس کے لئے جنت ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے جہنم"

اور اپنے محبوب کی امت کے حق میں مولیٰ کریم نے لوح محفوظ میں یہ حروف لکھے ہیں:

اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ

"امت گنہ گار ہے اور رب بخشنہار"

اب آپ قیاس کر لیں کہ مولےٰ کو رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و بزرگی کس قدر ملحوظ ہے۔

۱۰۹۔ علامہ قاضی عیاض شفا میں حضرتِ انس سے روایت کرتے ہیں کہ محبوب خدا حضرتِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ شدت

حساب و سختی عذاب کے باعث رحمتِ خداوندی سے ناامید ہوں گے تو ان کو خوشخبری سنانے والا میں ہی اکیلا ہونگا اور خداوندِ عالم کے نزدیک جس قدر میری عزت و حرمت ہے بنی آدم سے اور کسی کی نہیں اور یہ میں فخراً نہیں کہتا اور سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین داخل ہوں گے اور میں یہ فخراً نہیں کہتا اور قیامت کے دن تمام انبیائے کرام کی امتوں سے میری امت زیادہ ہوگی اور میں اولین و آخرین سے اکرم ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں اور قیامت کے دن مجھے ہی سب انبیائے کرام سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا اور میں یہ فخراً نہیں کہتا اور خدام اہلِ جنت میں سے ایک ہزار خادم ایسے میری خدمت کے لئے مقرر ہونگے جو موتیوں کی طرح صاف و شفاف چمک دمک میں ہیں۔

۱۱۰- ایک اور حدیث شفاء میں مذکور ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم و عیسٰے علیہما الصلوٰۃ والسلام تم میں شامل ہوں، پھر فرمایا کہ یہ دونوں صاحب میری امت میں قیامت کے دن ہوں گے، حضرتِ ابراہیم فرمائیں گے کہ اے محبوبِ خدا آپ میری ہی دعا سے جلوہ نما ہوئے تھے اور آپ میری ہی اولاد میں سے ہیں آپ مجھے بھی امت میں شامل کر لیجئے کیونکہ سیادت کی خلعت ربِ کریم نے خاص طور پر آپ کو ہی بخشی ہوئی ہے۔

۱۱۱- مولیٰ قدیم نے اپنے محبوب رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شبِ معراج میں جس قدر کرامات و خصوصیات عنایت فرمائی تھیں اور آپ کا اجلال و اکرام ظاہر کرنے کے لئے جس قدر شان و شوکت ظاہر کی تھی اور ملائکہ اور انبیائے کرام کے سامنے جس طریق اور جس طرز سے علوم رتبہ حبیب کا بنایا گیا تھا، ان سب کا شرح و بسط کے ساتھ اس چھوٹے سے رسالہ میں ذکر کرنا اختصار کے منافی ہے جو کہ میری غرض ہے اس لئے راقم الحروف اس تفصیل کو مختصر الفاظ میں آپ کے سامنے یوں پیش کرتا ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے حبیب کو شبِ معراج میں امامتِ انبیاء و ملائکہ سے مشرف فرمایا

اور سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک مکالمہ سے ممتاز کیا اور اپنا دیدار بغیر کسی حجاب کے ظاہری آنکھوں سے دکھایا اور آیاتِ کبریٰ سے آگاہ فرمایا اور معارف و حقائق و علوم ماضیہ و مستقبلہ سے واقف کرایا اور حد سے بڑھ کر ان کو اپنے قرب کا فخر بخشا اور تمام آسمانوں اور خاص جگہوں کی سیر کرائی، مراتب و مناصبِ جلیلہ کی خلعت عنایت فرمائی ملائکہ اور حضرات انبیائے عظام کو آپ کی عزت و شرافت دکھائی، آپ کی علو ہمتی اور قدر و منزلت کے جوہر دکھلائے، آپ کی شان و شوکت اور خیر مقدم کے آثار ظاہر کئے۔

الغرض جس قدر فضائل و کمالات و خصائص و کراماتِ حبیب کو شبِ معراج میں عطا کئے گئے تھے اور کسی نبی و رسول کو نہیں دیئے گئے، آپ اگر قدرے ان فضائل و کمالات کی تفصیل سے واقف ہونا چاہیں تو تکلیف فرما کر مواہب لدنیہ و خصائصِ کبریٰ و شفا قاضی عیاض کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۱۲۔ علامہ سمطاری محدث نے لکھا ہے کہ میں نے ایک دفعہ ایک شہر خراسانی میں ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کے ایک پہلو پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ قدرت نے لکھا ہوا تھا۔ علامہ ابن القیم نے اپنی تاریخ میں اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ علی بن عبداللہ ہاشمی نے کہا کہ میں نے ہند میں ایک پھول دیکھا جس کی خوشبو نہایت عمدہ اور اس کی رنگت سیاہ تھی اور اس پر قدرت کی طرف سے سفید حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْبَكْرٍ صِدِّيْقٌ عُمَرُ فَارُوْقٌ

دیکھ کر مجھے شک پیدا ہوا اور میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ مصنوعی ہے اور اس میں انسانی کارروائی کا دخل ہے، پھر میں نے اسی درخت سے ایک ایسا پھول توڑا جو کہ ابھی شگفتہ نہیں ہوا تھا، جب اس کو کھول کر دیکھا گیا تو اس میں بھی سابقہ عبارت صحیح الفاظ کے ساتھ مندرج تھی، پھر مجھے یقین ہوا کہ مولیٰ کریم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کے کرشمے ظاہر کئے ہوئے ہیں، اس میں تصنع اور بناوٹ انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی نے اپنی کتاب روض الریاحین میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہندی شہروں میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل مثل بادام تھا۔ پھل کو جب توڑا جاتا تو اس میں سے ایک سبز رنگ کا پتا نکلتا تھا جس پر قدرت نے سرخ حروف جلی میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ واقعہ ابو یعقوب صیاد نے سنا تو فرمایا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، میں نے ایک مچھلی کا شکار کیا تھا جس کے ایک پہلو پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں نے ان حروف کے احترام سے مچھلی کو دریا میں چھوڑ دیا۔

راقم علی پوری بھی جب دہلی میں حضرت استاذی مولانا مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی دام اللہ فیوضہم کے پاس نسائی شریف پڑھتا تھا تو اس وقت مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ جب میں لدھیانہ میں مدرس تھا تو وہاں ایک کھجور کا درخت نظر آیا جس کی تمام ٹہنیاں قدرت نے لفظ محمد کی شکل میں بنائی ہوئی تھیں، لوگوں نے جب دیکھا تو کھجور پر ٹوٹ پڑے چنانچہ مجھے بھی وہاں سے تبرک ملا ہوا ہے، ہم تم کو زیارت کراتے ہیں، مولوی صاحب نے ایک خوشنما چوکھٹا نکالا جس کے اوپر شیشہ لگا ہوا تھا اور اس کے اندر کھجور کی ٹہنی قدرت نے اس طرز پر خمدار بنائی ہوئی تھی کہ صاف طور پر لفظ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آتا تھا اور یقینی طور پر واضح ہوتا تھا کہ اس کو صانع حقیقی نے اپنی قدرتِ کاملہ دکھانے کے لئے بنایا ہے نہ کہ کسی انسان نے حضرت استاذی مولانا صاحب بفضلِ خدا اب بھی دہلی میں موجود ہیں، آپ جا کر مولانا کے پاس دیکھ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟

حضرات! یہ ہے حبیب کی شان اور یہ ہے پیارے کی فضیلت اور یہ ہے افضل الرسل کی جلوہ نمائی اور یہ ہے سید الانس والجان کی عزت و منزلت! صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۱۳۔ صحابہ کرام کو محبوبِ خدا نے فرمایا اگر اس وقت حضرتِ موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں مصروف ہو جاؤ تو بھلا تمہاری گمراہی

میں کس کو شک ہو سکتا ہے ؟

دیکھئے شانِ حبیب، باوجودیکہ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام بھی اولوالعزم نبی ہیں لیکن حبیب کی موجودگی میں حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کی طرف التفات کرنا ضلالت قرار دیا جاتا ہے کیونکہ متبوع الانبیاء مقتدی الاصفیاء کے ہوتے ہوئے تابع کی اتباع کون کرتا ہے جب کہ یہ صریح اور عقلی فیصلہ ہے کہ اعلیٰ اکرم کی موجودگی میں ادنےٰ کو متبوع قرار دینا سفاہت اور بعید از عقل ہے تو اسی بنا پر آپ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں غیر کی اتباع سے نتیجہ سوائے خسران اور ضلالت کے کچھ نہیں ہوگا ۔

۱۱۴ - سید الکونین باعثِ ایجادِ عالم حضور سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی افضلیت کو ان معانی میں بھی بیان فرمایا ہے کہ میرے منبر اور میری قبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ۔

حضرات : یہ فخر اور یہ عنایت حبیب کے سوا اور کسی نبی و رسول کو نہیں دی گئی کہ جنت اس کے عبادت کرنے اور بیٹھنے کے لیئے دنیا میں ہی مقرر ہو، ہم فضائل و کمالات کے اعتبار سے حضرتِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چند حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ موازنہ و مقابلہ کرتے ہیں تاکہ اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ حبیب کی شان اور ہے اور باقی حضرات کی اور! :-

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَا أُوْتِيَ نَبِيٌّ مُعْجِزَةً وَلَا فَضِيْلَةً اِلَّا وَلِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظِيْرُهَا اَوْ اَعْظَمُ مِنْهَا ۔

" علماء نے فرمایا ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرات انبیاء کرام کو جو معجزات اور فضائل دیئے تھے، ان کی نظیر یا اس سے بڑھ کر اپنے پیارے حبیب کو بھی فضائل و معجزات سے موصوف بنایا ہوا تھا "

کتبِ عقائد میں یہ تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ نبی و رسول سے جو کام خرقِ عادت

ظاہر ہو اس کا نام معجزہ ہے اور جو کام خرقِ عادت امتی کے ہاتھ پر صادر ہو، اس کا نام کرامت ہے لیکن حقیقت میں وہ بھی اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کے امتی سے خرقِ عادت ظاہر ہوا ہو کیونکہ امتی کو یہ مرتبہ نصیب نہیں ہو سکتا جب تک اپنے نبی کی صدقِ دل سے اتباع کا خوگر نہ ہو، بہر حال امتی کو جو کچھ میسر ہوگا وہ نبی کی طفیل اور جو کچھ اس سے فضائل و کرامات ظاہر ہوں گے، رسول کے ذریعہ سے ہوں گے۔

اس قانون سے واضح ہو گیا کہ جتنی کرامات و خرقِ عادت حبیبِ خدا کے غلاموں سے ظاہر ہوئی ہیں یا قیامت تک ہونگی وہ حقیقت میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔ اس قانون کو سامنے ہی مدِ نظر رکھ کر ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر فضائل و معجزات انبیائے سابقین میں موجود تھے وہ یقیناً ہمارے نبی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، اس کی تفصیل آپ کے سامنے بیان کی جائے تو اس کے لئے کئی ایک دفتر بھی کافی نہیں ہوں گے نیز اس کا بیان کرنا اور لکھنا بھی آسان کام نہیں کیونکہ پہلے تو ہمیں شریعت نے تفصیل کے ساتھ انبیائے کرام کا فرداً فرداً پتہ نہیں دیا اور نہ ہی پھر ان کے کمالات و معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم اگر تمام حضرات کے فضائل و مناصب میں حبیبِ خدا کا مقابلہ اور موازنہ آپ کے سامنے پیش کریں تو کس طرح؟ اس لئے مجبوراً و معذوراً چند حضرات کا موازنہ ذکر کیا جاتا ہے جن کی فضیلت و بزرگی کو جا بجا قرآنِ مجید میں ذکر کیا گیا ہے اور جن کے جامع کمالات و فضائل و حاوئ حسنات ہونے کا سب لوگ اقرار کرتے ہیں تاکہ اچھی طرح روشن ہو جائے کہ مقابلہ اعلیٰ کا اعلیٰ کے ساتھ ہے نہ کہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے ساتھ، نیز جب حبیبِ خدا فضائل و معجزات میں ان حضرات عالی مقام سے اشرف و اعلیٰ ثابت ہوں گے جن کی بزرگی و شرافت کا سارا جہاں قائل نظر آتا ہے تو پھر ہم یقیناً اس نتیجے تک پہنچ جائیں گے کہ ہمارے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی حضرات سے بھی جن کا ذکر قرآن پاک میں نہیں آیا افضل و اعلیٰ ہیں۔

حضرتِ آدم علیہ السلام کو اگر تمام اشیاء کے اسماء کا علم دیا گیا تھا تو

اس کے مقابلہ میں ہمارے نبی حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام اشیاء کا علم دیا گیا ہے جیسا کہ طبرانی میں اُوْتِیَ نَبِیُّکُمْ عِلْمَ کُلِّ شَیْءٍ وارد ہے اور مسند الفردوس میں دیلمی نے وَعُلِّمْتُ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا کَمَا عُلِّمَ اٰدَمُ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا نکالا ہے، حضرتِ آدم علیہ السلام کو اگر کلام کا شرف بخشا گیا تھا تو حضرتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شبِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ پر کلام کرنے کی عزت بخشی گئی تھی، حضرتِ آدم کو اگر ملائکہ نے سجدہ کیا تھا تو حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ذاتِ باری بمع جمیع ملائکہ ہمیشہ درود شریف بھیجتے رہتے ہیں۔

آپ غور فرمائیں کہ مسجود ہونے کی فضیلت زیادہ ہے یا ذاتِ باری کا بمع ملائکہ کے ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہنا افضل و اعلیٰ ہے، دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام کو محض ملائکہ نے بحکمِ خداوندی تھوڑی دیر کے لئے سجدہ کیا تھا اور حقیقت میں سوچو تو وہ بھی اس لئے تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں محبوبِ خدا حضرتِ رسولِ اکرم کا نور تھا تو گویا وہ سجدہ بھی فخرِ عالم سید الموجودات کو ہی ہوا تھا نہ کہ حضرتِ آدم کو اور اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جائے کہ مسجود الیہ حضرتِ آدم ہی تھے تو پھر ہم موازنہ کریں گے کہ وہاں صرف تھوڑی دیر کے لئے جماعتِ ملائکہ ساجدہ تھی اور یہاں معبودِ حقیقی خود بمع جماعت ملائکہ درود شریف ہمیشہ ادا کر رہا ہے اور پھر ساتھ ہی جمیع مؤمنین کو قیامت تک حکم ہو رہا ہے کہ پیارے پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہا کرو، خداوندِ عالم کی ذات ازلی ابدی جس کو کبھی فنا نہیں جب وہ ہمیشہ سے اپنے حبیب کی عزت افزائی کے لئے درود شریف پڑھتا ہے تو بھلا اس کے مقابلہ میں ایک سجدہ کی کیا حقیقت ہے جو کہ صرف تھوڑی دیر کے لئے تھا۔

خیال فرمائیے کہ مولیٰ کریم نے جتنی عبادات ہم پر مقرر کی ہیں ان میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ میں یہ فعل کرتا ہوں تم سب بھی کیا کرو لیکن صرف درود شریف ہی ہے جس کو رب رحیم فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کو ہمیشہ ادا کر رہا ہوں اے مؤمنین تم بھی ادا کیا کرو۔ سجدہ کرانے کی عزت فوری تھی اور صلوٰۃ وسلام کی شرافت ابدالآباد تک ہے کیونکہ اس کے قاری

ہمیشہ موجود ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لئے وہ فنا بھی ہوں گے تو ایک ذات ان میں ایسی ہے جس کے نزدیک بھی فنا نہیں آتی۔

الغرض یہ شرافت و عزت ازل سے ابد تک اسی طرح باقی رہے گی جس طرح رب حقیقی خالق دوجہاں کی ذات باقی ہے۔ باتفاق علمائے محققین و فضلائے راسخین آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ رسولِ اکرم کی اس عظمت و شرافت کی خبر دے رہی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی فضیلت کوئی شرافت انبیائے کرام کی ٹھہر نہیں سکتی کیونکہ جس قدر کمالات و مراتب حضرات انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بارگاہِ ایزدی سے میسر ہوئے وہ سب فانی اور منقطع ہو گئے لیکن ہمارے حضرت رحیم و کریم کو رحیم کریم نے یہ ایک ایسی نعمت ازلی وابدی و عزتِ سرمدی عنایت کی ہوئی ہے جس کی ابتدا و انتہا رہے ہی نہیں اور نہ ہی اس کو فنا و زوال ہے، ہم اس فضیلت مختصر سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام فضائل و کمالات انبیاء پر ترجیح دے کر اعلیٰ قرار دیں تو یقیناً حق بجانب ہوں گے۔

خصائصِ کبریٰ میں مرقوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ اس امت مرحومہ کے لئے خاص ہے اور کسی نبی کی امت کو یہ حکم نہیں تھا کہ وہ اپنے نبی پر شب و روز صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں، حضرتِ آدم علیہ السلام اگر سب سے پہلے خلعتِ نبوت سے موصوف تھے تو ہمارے حضرت ان سے بھی پہلے مطابق حدیث شریف کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ اس اعلیٰ عہدے پر ممتاز تھے۔

حضرتِ ادریس کی شان میں اگر وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا وارد ہے تو ہمارے حضرت کو رب رحیم نے قاب قوسین تک عزت افزائی بخش کر سب پر مرفوع ثابت کیا تھا۔

حضرتِ نوح علیہ السلام آدم ثانی نے اگر اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھا کر اس کے قلع قمع کے لئے بددعا کی تھی تو ہمارے حضرت افضل المرسلین نے باوجودیکہ اپنی قوم سے تکالیفِ شاقہ اٹھائی تھیں، اپنی قوم کے حق میں اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کہہ کر مولیٰ سے ان کی ہدایت طلب کی، حضرتِ نوح علیہ السلام کی

بددعا اگر چہ قوم نوح کو ہلاک کرنے کے لیے مستجاب ہوئی تو حبیب خدا کی دعائیں بھی جن کا شمار نہیں ظاہر ہوا انتخاب کتب حدیث میں احاطہ تحریر سے باہر ہیں چنانچہ حضرت عمر کے اسلام لانے میں، بوقت قحط بارش کے اترنے میں جنھوں نے حضرت پر بحالت نماز میں ونٹ کی اوجھ رکھی تھی ان کی ہلاکت کے بارے میں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نوح علیہ السلام نے گو ساڑھے نو سو سال وعظ و تبلیغ کر کے سو سے کم آدمیوں کو راہ ہدایت پر پہنچایا تھا تو محبوب خدا نے ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں ہزاروں کو دوزخ کے گڑھے سے نکال کر جنت الفردوس میں پہنچا کر اپنی اعلیٰ فضیلت و عظمت کا ثبوت دیا ہے۔ آدم ثانی کے وقت طوفان کی کشتی میں تمام حیوانات مسخر تھے تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی تمام حیوانات اونٹ، شیر، گدھ، گھوڑے، حجر وغیرہ بلکہ جمادات شجر و حجر بھی منقاد و مطیع تھے۔ اس کی تفصیل خصائص کبریٰ وغیرہ میں دیکھیے۔

حضرت نوح علیہ السلام اگر زمین کی طرف حُمی یعنی بخار کے نازل ہونے کا سبب تھے تو ہمارے حضرت مدینہ منورہ سے جحفہ کی طرف بخار کو خارج کرنے والے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کے لیے اگر ہوا کو اپنی قوم پر کامیابی و نصرت کا ذریعہ بنایا گیا تھا تو غزوہ خندق و بدر میں ہمارے حضرت کے لیے ہوا نے کفار پر غلبہ و کامیابی کا کام دیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرف نظر غور سے دیکھیں کہ باوجود معجزہ ہونے کے حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہیں کرتی تھی اور نہ ہی آپ کی نبوت پر شہادت دیتی تھی۔

ادھر حبیب خدا کی طرف دیکھیے کہ اونٹ بھی اپنی فریاد کا ٹھکانہ سوائے دربار نبوی کے کہیں نہیں دیکھتا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر فریاد کرتا ہے کہ میرا مالک مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے اور کام مجھ سے اس قدر لیتا ہے کہ گھاس اس قدر نہیں دیتا۔ آپ میری آہ و زاری کو سنیں اور میرے مالک کو بلا کر فیصلہ کریں چنانچہ حضرت نے اس کے آقا کو ہدایت کی کہ چارہ اس کو اچھی طرح دیکر کام لیا کرو اور اسے ذبح نہ کرو۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے اگر شمس کو رد کا گیا تھا تو یہاں بھی حضرت کے غلام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ عصر فوت ہو جانے سے سورج واپس آ گیا تھا، فرق ملاحظہ ہو۔

حضرت حبیب اور خلیل کا موازنہ

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بالواسطہ خدا کے حضور میں پہنچے ہیں وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی) اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاواسطہ دیدار سے مشرف ہوتے ہیں فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پس رہ گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت حدِ طمع تک ہے وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے گا میری خطاؤں کو دن انصاف کے) اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت درجۂ یقین تک ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (تاکہ معاف کرے اللہ تیرے سب گناہ اگلے اور پچھلے)۔ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگتے ہیں وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ (مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں)، بغیر از سوال حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں مولیٰ خود فرماتے ہیں:-

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

"جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو،،

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محنت و تکلیف کے وقت حَسْبِيَ اللّٰهُ (کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ) کہا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود خداوندِ عالم فرماتے ہیں:-

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ

"اے نبی! تجھ کو اللہ تعالےٰ کافی ہے"

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام خود سوال کرتے ہیں :-

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ

" اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں "

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوتا ہے :-

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

" اور بلند کیا ہم نے تیرا ذکر "

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگتے ہیں :-

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

" اور بچا تو مجھ کو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم بتوں کو پوجا کریں "

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل بیت حبیب کے حق میں یوں ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا

" اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے شرک کفر کو اے اہل بیت اور ستھرا کرے تم کو پاک کرے "

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی :-

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی :-

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل کی سیہدین ۔ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا :-

وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا ہے کہ فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے :-

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری اور سپاہی ہیں :

وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَۃِ الٰآفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیْنَ ۔

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی :

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود حکم دیا کہ اپنی امت کے لئے مغفرت مانگو :

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا :

رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ (الٰہی میری دعا قبول فرما)

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے پیروکاروں کو ارشاد ہوا :

قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

"تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔"

خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کی اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا گیا بلکہ بعض کو مستثنےٰ کیا گیا ہے :-

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ (الیٰ ان قال) اِلَّا قَوْلَ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ ۔

"حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر قول و فعل کی اتباع کرو مگر اس قول میں جو انہوں نے اپنے باپ کے لئے استغفار کا وعدہ کیا تھا تابعداری نہ کرو"

حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر قول و فعل کی تابعداری کرنے کا ہم کو بغیر کسی استثناء کے حکم دیا گیا ہے :

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

سب آیات اسی امر کی مثبت و مظہر ہیں، خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اگر خلت کا مرتبہ دیا گیا ہے تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطابق حدیث ابن ماجہ و ابونعیم محبت و خلت دونوں سے موصوف فرمایا گیا ہے، خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر دلائل توحید پیش کر کے نمرود کافر کو مبہوت کیا تھا تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کافر ابی ابن خلف کو جب کہ وہ ہاتھ میں ایک پرانی ہڈی لے کر آپ سے مجادلہ کرتا تھا کہ اس ہڈی کو کون زندہ کریگا دلیل روشن قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ بیان فرما کر حیران و ششدر بنا دیا تھا۔ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر بتوں کو توڑ ڈالا تھا تو حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تین سو ساٹھ بتوں کو جو کہ خانہ کعبہ کے گرد اور اندر معبود بن رہے تھے انگلی کے اشارے سے گرا دیا تھا۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کو اگر آتش نمرود نے نہ جلایا تو اتنا تعجب انگیز نہیں جتنا اس دسترخوان کا آگ میں نہ جلنا ہے جو حضرت انس کے پاس بطور تبرک نبوی تھا اور وہ ایک بار نہیں بارہا اس قسم کا اتفاق ہوا کہ جہاں میل چکناہٹ زیادہ ہو گیا جبھی آگ میں ڈال دیا اور جب میل چکناہٹ جل گیا جبھی نکال لیا۔

خیال فرمایئے کہ ایک تو آدمی کا نہ جلنا اتنا موجب تعجب نہیں جتنا کپڑے کے دسترخوان کا بار بار آگ میں نہ جلنا اور وہ بھی ایسا جس پر چکناہٹ بھی ہوتی ہے، دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دسترخوان میں زمین و آسمان کا فرق وہ خود نبی، نبی بھی کیسے خلیل اللہ اور یہاں دسترخوان میں فقط اتنی بات کہ گاہ بگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا ہو اور اس پر آپ نے کھانا کھایا ہو اور اس کے ساتھ ہاتھ صاف کیئے ہوں، اب آپ اندازہ لگالیں کہ حبیب اور خلیل میں کس قدر فرق ہے اور ان کے فضائل و مراتب میں کس قدر تفاوت ہے نیز محبوب خدا کے غلام ابی مسلم خولانی تابعی آگ میں داخل ہو کر اسی طرح صحیح و سالم رہے

سکتے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ سے محفوظ رہے تھے، وہ امتی ہیں اور یہ خلیل اللہ ہیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اگر ذبح پر صابر تھے تو ان کے سچے جانشین فرزند حقیقی و معنوی حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کئی دفعہ سینۂ مبارک شق ہوا تھا حالانکہ یہ حقیقۃً ہوا تھا اور وہ ذبح وقوع میں نہ آیا تھا کیونکہ جنتی دُنبہ ان کی جگہ قربان ہوا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اگر آبِ زمزم کا چشمہ عطا ہوا تھا جس کا زمین سے نکلنا کوئی قابلِ تعجب نہیں کیونکہ چشمے زمین سے نکلتے ہی رہتے ہیں تو ہمارے حضرتِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے وہ پانی فوارہ کی طرح نکلا تھا جو کہ مرتبہ میں آبِ زمزم سے بھی بڑھا ہوا تھا اور ہزاروں کی تعداد کو سیراب کر کے بچ رہا تھا۔ اب دیکھئے محلِ تعجب یہ ہے کہ گوشت و پوست کی انگلیوں سے فوارہ کی طرح پانی جاری ہو کر ہزاروں کو سیراب کر کے بچ رہے یا کہ زمین سے چشمے نکلے اور بس۔

حضرتِ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت غائب ہونے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے اگر بھیڑیئے سے أَكَلْتَ قُرَّةَ عَيْنِيْ وَثَمَرَةَ فُؤَادِيْ کہہ کر کلام کی تھی تو حبیبِ خدا کی خدمت میں کئی دفعہ بھیڑیئے نے حاضر ہو کر مطابق حدیث بیہقی و تاریخ بخاری و دارمی وغیرہ اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا اور کئی دفعہ جنگل میں چرواہوں کے سامنے آپ کی رسالت کا اقرار کر کے منکرینِ نبوت رسولِ خدا کی حالت پر تعجب ظاہر کیا تھا اور ایک دفعہ حبیبِ خدا کے غلام سفینہ کے ساتھ شیر نے کلام کر کے اس کو لشکر کا راستہ بتایا تھا۔

حضرتِ یعقوب علیہ السلام اگر پیارے بیٹے یوسف کے فراق میں مبتلا ہو کر صابر بن چکے ہیں تو ہمارے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے ایک فرزند کو مولیٰ حقیقی کے حوالہ کر کے صبر کی خلعتِ فاخرہ سے مزین ہو چکے ہیں۔

حاضرین! آپ اس صبر اور اس صبر کا فرق ملاحظہ کریں کہ وہاں باوجود اور فرزند ہونے کے آثار تھے اور یہاں ایک ہی فرزند کے فوت ہو جانے پر سوائے صبر و شکر کے اور کوئی حالت ہی نہیں تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر حسن کا کچھ حصہ عطا ہوا تھا تو ہمارے حضرت حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام حسن کامل طور پر ملا ہوا تھا، حضرت یوسف پر اگر مصر کی عورتیں عاشق تھیں تو ہمارے حضرت کے حسن کامل پر صحابہ کرام نے اپنی جانیں قربان کر دی تھیں اور اپنے وطن و اقارب کو خیر باد کہہ کر مثل پروانہ حضرت پر جلتے نظر آتے تھے۔

مختلف صحابہ کرام سے حبیب خدا کے حسن کی تعریف دریافت کی گئی تو ہر ایک نے اپنے فہم و عقل کے موافق جواب دیا، کسی نے کہا آپ شمس سے زیادہ روشن ہیں، کسی نے کہا آپ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح خوبصورت اور حسن و جمال میں بینظیر، کسی نے فرمایا آپ دونوں سے زیادہ منور ہیں اور دل یہی چاہتا تھا کہ ہر وقت آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتے رہیں اور ایک پل بھی وہاں سے جدا ہو کر پیاری صورت جان جہاں کی زیارت سے غافل نہ ہوں۔

غرض آپ سے زیادہ حسن ظاہری و باطنی میں اب تک نہ کوئی عالم ایجاد میں آیا ورنہ آئے گا اور نہ ہی آپ کے حسن و جمال کو کماحقہ بیان کرنے والا پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا ؎

یَبِیْدُ رِلُ الْوَاصِفُ الْمُطْرِیْ خَصَائِصَہٗ
وَاِنْ یَّکُ سَابِقًا فِیْ کُلِّ مَا وَصَفَا

حضرت یوسف علیہ السلام اگر اپنے والدین سے علیحدہ ہو کر دار غربت میں مبتلا ہوئے تھے تو ہمارے حضرت حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے اقارب و احبہ و وطن سے جدا ہو کر مہاجر کے لقب سے موصوف ہوئے، حضرت یوسف علیہ السلام کو اگر تعبیر رؤیا کا علم دیا گیا تھا تو حبیب خدا اور آپ کے ہزاروں غلام بھی صحیح تعبیریں بتا کر علم رؤیا کے دنیا میں ماہر ہو چکے ہوئے ہیں اور قیامت تک علم رؤیا کے واقف حضرت کے غلام موجود رہیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو ارشاد ہوا:-

لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دیگی خدا کی راہ سے"۔

حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قسم کے ساتھ فرمایا:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى

"کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے"۔

حضرتِ داؤد علیہ السلام کا موازنہ باعتبارِ معجزات مثل جانوروں اور پہاڑوں کا آپ کے ساتھ ہو کر تسبیح کرنا اور لوہے کا آپ کے ہاتھ پر نرم ہو کر ذرعہ کی شکل بننا، حبیبِ خدا رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا جائے تو پھر بھی ہمارے ہی حضرت افضل و اعلیٰ ثابت ہوں گے کیونکہ وہاں اگر پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے تو یہاں حضرت کے غلاموں کے ساتھ کنکریاں تسبیح و ذکر میں مشغول تھیں۔

حضرتِ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت کے ساتھ جلوت میں موجود تھا کہ حضرتِ ابوبکر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکے بعد دیگرے آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ کس طرح آئے؟ ہر ایک نے جواب دیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے واسطے آئے ہیں، پھر حبیبِ خدا نے سات کنکریاں ہاتھ میں پکڑیں تو ان کے تسبیح کرنے کی آواز ہم سب حاضرین نے اچھی طرح سنی، پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرتِ ابوبکر کو دے دیں، دیکھا گیا تو پھر وہ پیاری آواز کے ساتھ اپنے خالق و مولیٰ کی تسبیح پڑھ رہی تھیں، صدیقِ امت نے ان کو فاروقِ امت کے حوالہ کیا تو پھر بھی وہ اسی طرح ورد کر رہی تھیں، حضرتِ عثمان کے ہاتھ میں پہنچیں تو پھر بھی وہ اسی شغل میں رہیں جس میں پہلے تھیں۔

حضرتِ داؤد علیہ السلام کے لئے اگر جانور منقاد تھے تو حبیبِ خدا علیہ السلام کے شیر، بھیڑیئے، اونٹ، گھوڑے وغیرہ مطیع و فرمانبردار تھے، اونٹ سرکش آپ کا مطیع ہوا، بھیڑیئے نے آپ کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی، شیر نے حضرت کے غلام سفینہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اس کو لشکرِ اسلامی کا راستہ بتایا تھا۔

حضرتِ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پہ اگر لوہا نرم ہو کر زرہ کا کام دیتا تھا تو حبیبِ خدا کے پاؤں کے تلے پتھر مثل موم ہوتے تھے اور آپ کا نقشِ قدم بباعث محبت اپنے میں جما کر محبوب کو یاد کرتے رہتے تھے اور جدھر آپ جاتے تھے، شجر و حجر السلام علیک یا رسول اللہ سے آپ کو آواز دیتے تھے۔

خیال فرمائیے! لوہا تو آگ میں پگھل کر مثلِ پانی ہو جاتا ہے لیکن آج تک یہ کہیں نہیں دیکھا گیا کہ پتھر مثل پانی پگھل کر ہو گیا ہو۔ اور سنیئے خداوند عالم نے جس طرح حضرتِ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کر دیا ہوا تھا۔ اسی طرح اس نے اپنے محبوب کے سچے غلام و تابعدار شیخ علی العمری شامی کو یہ فضیلت بخشی ہوئی تھی کہ ان کے ہاتھ میں مثل موم ہو جاتا تھا جو معجزہ حضرتِ داؤد علیہ السلام کو عطا کیا تھا، اسی طرح کی کرامت سچی اتباع کے باعث حبیب کے غلاموں سے صادر ہو رہی ہے۔ حبیب اللہ اور خلیفۃ اللہ میں فرق ملاحظہ کریں تاکہ واضح ہو کہ سید المرسلین افضل النبیین رحمۃ للعالمین کون ہیں اور حقیقت میں ان الفاظ کا معنون کون ہے صلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ اجمعین۔

حضرتِ سلیمان علیہ السلام کو علاوہ رسالت کے اگر بادشاہت ظاہری بھی عطا کی گئی تھی تو ہمارے حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ دنیا کے خزائن اور تمام ملک کی بادشاہت کی گئی تھی لیکن آپ نے ان سب سے بمشورہ حضرتِ جبرئیل علیہ السلام انکار فرما کر قوت لایموت کو ترجیح دی اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں چند روزہ زندگی اسطرح بسر کروں جس طرح ایک مسافر راہ گزر کسی درخت کے سایہ تلے تھوڑی دیر آرام کر کے اپنی منزلِ مقصود پہ پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرتِ رسولِ مقبول صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے مولے رب العالمین نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سونا چاندی بنا کر میرے سامنے پیش کیا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے مولیٰ میں اپنی زندگی اس طرح بسر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں تو تین دن بھوکا رہ کر تیری یاد میں مست رہوں

اور جب میں کھانا کھاؤں تو تیری حمد و ثنا میں مشغول رہوں۔

حبیبِ خدا نے ایک دن اپنی پیاری بیوی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ سیر کرتے پھرتے کیونکہ ایک دن خداوندِ عالم کی طرف سے فرشتہ پیغام لے کر آیا تھا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم تم کو رسالت اور بادشاہت عنایت کرتے ہیں، اگر تمنا ہو تو رسالت اور عبدیتِ خاصہ سے مشرف فرماتے ہیں لیکن میں نے بمشورہ جبریل علیہ السلام دوسری شق کو ترجیح دی۔

راقم کا خیال ہے کہ جس طرح حضرتِ سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ظاہری ملی ہوئی تھی، اسی طرح ہمارے سردار سید الاولین والآخرین کو بھی عطا ہوئی تھی کیونکہ آپ کے غلام ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک برابر ایسی سلطنت کرتے چلے آئے ہیں جس کی نظیر مشکل ہے اور اس رعب و دبدبہ کے ساتھ سلطنتِ اسلامی کا دور رہا ہے جس کی دھوم کرۂ ارض پر اپنا مثیل نہیں رکھتی، مفصل حالات سلطنتِ اسلامی کے کتب مطولہ میں نظر آتے ہیں، شوق ہو تو آپ بھی مطالعہ کریں اور علم حاصل کریں کہ کس شان و شوکت سے اسلامی سلطنت گزری ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اگر ہوا دن رات میں دو ماہ کی مسافت پر اڑا کر شہروں کی سیر کرائی تھی تو ہمارے حضرت سید المرسلین کو مولیٰ حقیقی نے شبِ معراج میں وہ معجزہ عنایت کیا تھا جو عقل و فکر سے باہر ہے۔ حبیبِ خدا نے رات کے وقت تھوڑی دیر میں بیت المقدس کا سیر کر کے ہزاروں برس کی راہ طے کر کے عالمِ ملکوت کا تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرما کر عالمِ سفلی میں نزول فرما کر دنیا پر ثابت کر دیا تھا کہ حبیبِ خدا اور رسولِ خدا میں یہ فرق ہے نیز حبیبِ خدا کے ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک ایسے غلام موجود رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے جو کہ وقت قصیر میں بعد المشرق والمغرب کو طے کر لیتے ہیں اور بعض ان میں سے برکت حضور کی طفیل ہوا پر چلتے ہیں، ایسی کرامات حضور سرورِ عالم کی ہی برکت کا نتیجہ ہیں، اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ یہ حضرت کا معجزہ ہیں۔ دیکھو نفحات الانس، حالاتِ مشائخ نقشبندیہ۔

تذکرۃ الاولیاء وغیرہ۔

جنات حضرتِ سلیمان علیہ السلام کے کرہاً منقاد تھے تو یہاں دل وجان سے مطیع وفرمانبردار تھے۔ حضرتِ سلیمان علیہ السلام کو ان کے مطیع بنانے کے لئے اگر قید کرنے کی ضرورت تھی تو یہاں حسنِ جمال نبوی پر فریفتہ ہو کر خود ہی قید ہونے کی آرزو کرتے تھے اور برغبتِ دلی حبیب خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر فوجوں کی فوجیں اسلام سے مشرف ہو کر اپنے دوسرے بھائیوں کو اسلام کی تلقین فرما کر محبوبِ خدا کا دیدار دیکھنے پر عاشق زار بناتے تھے۔

حضرتِ داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند اگر جانوروں کی بولی سمجھتے تھے اور چیونٹی کی گفتگو سے واقف ہو کر لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے تو ہمارے حضرت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شجر وحجر کی کلام اور تسبیح الجبال اور اونٹ وبھیڑیے و ہرنی وگوہ وغیرہ کی گفتگو سے واقف ہونے کے علاوہ ان کی فریاد کو پہنچتے تھے۔

حضرتِ سلیمان علیہ السلام اگر جنوں کو قید کرنے پر قادر تھے تو یہاں بھی حبیب خدا کے ہزاروں غلام ہیں اور قیامت تک رہیں گے جن کو مولیٰ نے یہ طاقت وقوت بخشی ہوئی ہے کہ وہ سرکش اور متمرد جنوں کو کلامِ الٰہی پڑھ کر قید کر لیتے ہیں بلکہ بعض سخت سرکش کو بوقتِ ضرورت ہلاک بھی کر ڈالتے ہیں، اس کے متعلق مجھے بھی چند واقعات یاد ہیں اختصار اجازت نہیں دیتا ورنہ یہاں لکھنے کی جرأت کرتا۔

حضرتِ زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام اگر لڑکپن کی حالت میں حکم دئیے جانے کے علاوہ بغیر کسی گناہ کے روتے جاتے تھے اور صوم وصال میں مشغول رہتے تھے تو ہمارے حضرت حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان سے ہر ایک صفت میں اعلیٰ واقع تھے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام بت پرستوں کے زمانہ میں نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے جہالت کا دور دیکھا تھا، رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجودیکہ بت پرست خاندان میں پیدا ہوئے اور انہیں میں نشوونما پائی، پھر خدا کے فضل سے بتوں و حزب الشیطان

کے نزدیک خداداد فراست و دانائی سے نہ بھٹکا اوران سے ایسی نفرت ظاہر کرتے رہے کہ بت پرست خاندان جوکہ آپ کا رشتہ دار تھا، آپ کو اپنا جانی دشمن سمجھنے لگا اور آپ کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگا لیکن مولیٰ حقیقی نے مطابق وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ کو دشمنوں کی شرارت سے محفوظ رکھا اور اخیر میں حق کا غلبہ ظاہر کرکے باطل اور اہلِ باطل کو مغلوب قرار دیا، صوم وصال آپ کا خاص طریقہ تھا چنانچہ صحابہ کرام نے چاہا کہ صومِ وصال کی اتباع کریں لیکن حضور نے فرمایا کہ تم میرے جیسے نہیں کیونکہ وہ میرا رب صبح و شام کھلاتا اور پلاتا ہے، تم طاقت نہیں رکھتے کہ پے در پے میری طرح صومِ وصال کو ادا کر سکو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اگر خوفِ الٰہی سے روتے تھے تو ہمارے حضرت حبیبِ خدا کے سینہ مبارک سے خوفِ الٰہی کے باعث رونے کی آواز اس طرح آتی تھی، جس طرح ہنڈیا ابلتی ہوئی آواز دیتی ہے۔

● حضرتِ موسیٰ کلیم اللہ و حضرتِ عیسیٰ روح اللہ اور حضرتِ رسولِ اکرم حبیب اللہ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا موازنہ درج ذیل ہے۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو اگر کوہِ طور پر مکالمت کا فخر دیا گیا تھا تو ہمارے حضرت کو مولیٰ کریم نے سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک مکالمت کا شرف دیکر ساتھ ہی دیدار سے بھی معزز فرمایا تھا جس دیدار کی تاب حضرتِ موسیٰ کوہِ طور پر نہ لا سکے اور غش کھا کر بیہوش ہوکر گر پڑے تھے۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي کہہ کر شرح صدر کی تمنا کرتے ہیں اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود ہی رب کریم نے شرح صدر کی أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کہہ کر دولت بخشی ہے۔ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلوہ نور سے تدلّی ہوئی اور وہ غایتِ تعظیم و تفخیم کے لئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى (جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا)، کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج درختِ دنیا پر نصیب ہوئی

نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ۔ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سدرۃ المنتہیٰ و فردوسِ اعلیٰ تک بیان فرمائی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى حضرتِ ہارون و کلیم علیہما الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا انہوں نے فرعون کے پاس جاتے وقت اپنا خوف ظاہر کیا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى اس پر حکم ہوا اَلَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰى (ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا) حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خود مژدہ نگہبانی دیا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے بڑائی بات پر یوں سوال ہوگا يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھہرالو)۔

معالم التنزیل میں ہے اس سوال پر خوفِ الٰہی سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بُن مُو سے خون کا فوارہ بہے گا۔ اس کے مقابلے میں شانِ حبیب دیکھئے جب حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی۔ اس پر سوال تو حضور سے بھی ہوا مگر یہاں جو شانِ الفت و محبت و کرم و عنایت ہے قابلِ غور ہے، ارشاد ہوا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی) سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور یہ کمالِ محبت کا کلمہ پہلے ہے۔ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن مجید میں نقل ہے فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ، حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکمِ نصرت ہوا لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ

(حبیب کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کی نصرت کرو)۔

حضرتِ موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا انہوں نے خدا کی رضا چاہی وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۔ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بنایا کہ خداوندِ عالم نے ان کی رضا چاہی فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا ۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ، حضرتِ موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوف فرعون مصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُمْ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ کلیم علیہ السلام سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمادیا اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ، وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فوق السمٰوات مکالمہ فرمایا اور اسے سب سے چھپایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۔

ان سب امور کو بغور ملاحظہ فرمایا جائے تو آپ کو حبیب اور کلیم کا فرق معلوم ہو جائیگا حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلیم اللہ اور روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بلند مرتبہ ہونے کا یہ بھی ثبوت ہے کہ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو معجزات دکھائے ، فرعونیوں کو اس سخت قید سے آزادی دلائی جو دنیا کا جہنم تھا قلزم سے پار اترتے ہی مشرکوں کو بت پرستی کرتے دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور حضرتِ موسےٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ کہ جس طرح ان لوگوں کے لئے خدا ہیں ہمارے لئے بھی کوئی خدا بنا دیجئے ، اس پر حضرتِ موسےٰ نے سخت سرزنش کی مگر پھر بھی وہ جب کوہِ طور پر چالیس رات مناجات کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے پیچھے زیورات ڈھال کر بچھڑا بنا لیا اور اس کو معبود بنا کر پوجنے لگے کیونکہ اہلِ مصر بیل کی بھی پوجا کرتے تھے یہ تو ان کی معرفت اور خداشناسی تھی۔

اب اولوالعزمی سنئے۔ جب عمالیق سے بنی اسرائیل کو لڑنے کا اتفاق ہوا تو ہر چند موسےٰ علیہ السلام نے ان کو لڑائی پر ابھارا مگر ان پر عمالیق کے قد و قامت سے وہ بزدلی طاری ہوئی کہ موسےٰ سے صاف کہہ دیا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ اسے موسےٰ جاؤ تم اور تمہارا رب ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں، پھر ایک بار نہیں بار بار اس قسم کی نافرمانیاں کرتے رہے حتیٰ کہ خود موسےٰ علیہ السلام تنگ آ گئے اور خدا سے عرض کیا کہ ایسی بدنصیب اور نالائق قوم کا مجھے کیوں ہادی بنایا؟

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اصحاب کا حال سنئے! آپ نے ان کو صدہا معجزات دکھائے۔ بہت سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے حالانکہ وہ کوئی جدید شریعت بھی لے کر نہیں آئے تھے کہ جس کا قبول کرنا طبیعت پر شاق ہوتا۔ صرف موسوی مذہب میں صوفیانہ اخلاص اور سوز و گداز پیدا کرنے آئے تھے، اس پر بھی جب دشمنوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کیا ہے تو آپ کے سب اصحاب بھاگ گئے۔ شمعون اعظم الحواریین نے کہ جس کو آسمانی خزانوں کی کنجیاں دی گئی تھیں، ان کی شناسائی سے بھی بلفظِ لعنت انکار کر دیا مگر حبیبِ خدا حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رنگ عرب کے خونخوار اور جاہلوں پر چڑھایا وہ مرنے دم تک بھی دور نہ ہوا، اور بت پرست قوم کو کچھ ایسی چاشنی چکھا دی کہ قبر تک بھی اس چاشنی کا نشہ دور نہ ہوا حالانکہ جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے وہ ان کی سابق نہاد و شہوت پرست زندگانی کے بھی سراسر خلاف تھا، ایسے ایسے مہلکوں میں اپنی جانوں کو ڈال کر اپنے ہادی کو فتح و نصرت دلا کر لائے اور پھر آپ کے بعد بھی ان کی وہی صاف اور سادہ زندگی اور درویشانہ حیات رہی۔ اس تفاوت پر تفاضل کو غور فرمایا جائے۔

اس انصاف کے لئے بشرطِ فہم سلیم افضلیت حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سطورِ ذیل کافی ہیں، ملکِ عرب کی جہالت اور درشت مزاجی اور گردن کشی کون نہیں جانتا جس قوم میں ایسی جہالت ہو اور کوئی کتاب نہ آسمانی ہو نہ غیر آسمانی اور اخلاق کا یہ حال کہ قتل کر دینا

ایک معمولی بات ہو فہم کی یہ کیفیت کہ پتھروں کو اٹھا لائے اور پوجنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کسی بادشاہ کے کبھی مطیع نہ ہوئے، جفاکشی کی یہ نوبت کہ ایسے خشک ملک میں شاد و خرم عمر گذاریں، ایسے جاہلوں، گردن کشوں متکبروں کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ جائیکہ علوم الٰہیات و اخلاق و سیاستِ مدن اور علم معاملات و عبادات میں شک افلاطون و ارسطو و دیگر حکمائے نامدار بنا دیا، اعتبار نہ ہو تو اہلِ اسلام کی کتابوں اور ان کی کتب کا موازنہ کر کے دیکھیں، مطالعہ کرنے والوں کو فریقین کی کتابیں دیکھنے سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان علوم میں اہلِ اسلام تمام عالم کے علماء پر سبقت لے گئے ہیں، نہ یہ تدقیقات کہیں ہیں نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں۔

اب آپ اندازہ لگالیں کہ جن کے شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہے خود موجدِ علوم کا کیا حال ہوگا! نظرِ تحقیق سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ معجزہ اور انبیاء کے معجزات سے کس قدر بڑھا ہوا ہے اور صاحبِ معجزہ دیگر حضرات پر فضائل و فواضل میں کہاں تک فوقیت رکھتا ہے، پھر آپ نظرِ انصاف سے اصحابِ موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام اور اصحابِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بارہ میں بھی موازنہ فرمائیں تو آپ کو متاخرین متقدمین کی نسبت علوم و ایثار نفسی و جانثاری و اتباعِ کامل میں بڑھ کر نظر آئیں گے۔

حضرتِ موسےٰ علیہ السلام سے اگر ان کا عصا سانپ بن کر زندہ ہو جاتا ہے تو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے سوکھی کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو گیا اور پھر تماشا یہ ہے کہ اس کی اپنی وہی ہیئت اصلی رہی اگر وہ کسی جانور کی شکل ہو جاتا جیسے حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے عصا کا حال ہوتا تھا تو یوں کہنے کی گنجائش تھی کہ آخر کچھ نہ کچھ زندوں سے مناسبت تو ہے مگر کھجور کا سوکھا ستون روئے اور دردِ محبت میں چلائے جس طرح بچہ فراقِ ماں میں بلک بلک کر روتا ہے۔

اس میں ہرگز پہلے سے کچھ لگاؤ بھی زندگانی کا نہیں اگر ہوتا تو پھر بھی کچھ مناسبت

تھی، اس پرشوق و ذوق محبت اور درد فراق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس سوکھے ستون سے جمعہ کے دن ایک جم غفیر اور مجمع کثیر کے سامنے ظہور میں آیا اور بھی فضلیت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دلالت کرتا ہے کیونکہ درد فراق اور شوق و اشتیاق مذکور کمال ہی درجہ کے ادراک شعور پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عصا موسوی کو اس ستون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں، وہاں اس اژدہا سے سانپوں کی نوع سے بڑھ کر کوئی بات ثابت نہیں ہوئی اور یہاں وہ آثار حیات اس ستون سے نمایاں ہوئے کہ بجز اہل کمال نوع انسانی سے اور کسی سے اس کی امید نہیں، علیٰ ہذا القیاس حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھروں کا سلام کرنا اور درختوں کا بعد استماع امر اطاعت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور پردہ کے لئے دو درختوں کا جھک کر مل جانا، اس حیات اور اس شعور پر دلالت کرتا ہے کہ حیوانات سے اس کی توقع نہیں، اگر ہے تو افراد انسانی ہی سے ہے۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا یا گارے سے جانوروں کی شکل بنا کر زندہ کر دینا بھی اس قسم کے معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ مردہ قبل موت تو زندہ تھا، کھجور کا درخت تو کبھی زندہ تھا ہی نہیں، ایسے ہی وہ جانور جو حضرت عیسٰے علیہ السلام گارے سے بنا کر اڑاتے تھے، باعتبار شکل تو ان کو کسی قدر زندوں سے مناسبت تھی، یہاں تو یہ بھی نہ تھا پھر فرق ادراک و شعور اس کے علاوہ رہا۔

اگر آپ کو خیال ہو کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ کی طرح مردے زندہ نہیں کئے تاکہ ثبوت ہو کہ ہاں واقعی وہ اس سے افضل ہیں تو اس بنا پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ خصائص کبریٰ میں مرقوم ہے کہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ ماجدہ کو زندہ کر کے مشرف بہ اسلام کیا تھا، نیز جس وقت یہودیہ نے آپ کو گوشت میں زہر ملا کر کھلایا تھا تو اس بکری نے کلام کر کے آپ کو کھانے سے روک دیا تھا۔

انصار میں سے ایک اندھی بڑھیا مائی کا فرزند فوت ہوگیا تھا اس کے غمگین ہونے پر آپ نے اس کے فرزند کو زندہ کرکے مائی کو تسلی دی تھی۔ ایک مہاجرہ عورت کا لڑکا وبار المدینہ سے فوت ہوگیا تو وہ بھی آپ کی برکت سے زندہ ہوا تھا اسی طرح جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حبیب خدا کے چہرہ پر بھوک کے آثار دیکھ کر شیر دار بکری کو آپ کے لئے ذبح کیا تھا تو آپ نے کھانا کھا کر بکری کی تمام ہڈیوں کو جمع کرکے کچھ پڑھا تو وہ زندہ ہوگئی تھی، حضرت جابر اس کو پکڑ کر گھر لے گئے تو ان کی بیوی نے تعجب کیا اور صدقِ دل سے "اشھدان محمدا رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا۔

اسی طرح کے سینکڑوں واقعاتِ صحیحہ کتب معتبرہ میں درج ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کے غلاموں سے بھی اس قسم کی کرامات ظاہر ہوئی ہیں، چنانچہ امامِ شعرانی نے طبقاتِ کبریٰ میں سیدی شیخ ابراہیم متولی کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ نے ایک فقیر کثیر العبادات اور ناقص الدرجہ کو دیکھا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو عبادت بہت کرتا ہے اور تیرا مرتبہ کم ہے، معلوم ہوتا ہے کہ تیرا والد تجھ سے ناراض ہو کر فوت ہوگیا ہے، میرے ہمراہ ہو کر اپنے والد کی قبر پر چل تاکہ تیرا قصور معاف کرائیں۔ شیخ نے قبر پر جا کر اس کو آواز دی اور وہ قبر سے نکلا، شیخ نے کہا ہم سب فقراء اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ تم اپنے بیٹے کا قصور معاف کرو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں تم سب کو اس کا شاہد بناتا ہوں کہ میں اپنے بیٹے پر راضی ہوں۔ شیخ نے کہا تم اپنے مکان پر چلے جاؤ چنانچہ وہ قبر میں واپس ہوگیا۔

اسی طرح کے کئی واقعات امامِ قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھے ہیں جو حقیقت میں رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے ہیں۔

حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے عصا مارنے کی برکت سے اگر پتھر میں سے پانی نکلتا تھا تو یہاں دستِ مبارکِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے نکلتا تھا اور

ظاہر ہے کہ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت پوست میں سے
پانی کا نکلنا عجیب ہے۔ اس پر حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھر سے پانی نکلنے
میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ
دست مبارک محمدی منبع فیوض لا انتہا ہے بلکہ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی پیالہ میں تھوڑا
سا پانی لے کر اس پر آپ نے ہاتھ پھیلا دیا جس سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر
سیراب ہو گیا اور لشکر کے جانور سیراب ہو گئے تو یہ بات بحکم فہم سلیم سمجھ میں آتی ہے کہ
جیسے شیشہ وقت تقابل آفتاب فقط فاعل اور مفعول ہوتا ہے اور نور افشانی فقط آفتاب
ہی کا کام ہے اور یہ کمال نور اسی کی طرف سے آیا ہے، شیشہ کی طرف سے
نہیں ایسے ہی اس وقت جس وقت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست مبارک
اس پانی پر رکھا اور یہ معجزہ تکثیر آب نمایاں ہوا تو یوں سمجھو کہ پانی محض قابل تھا، فاعلیت
اور ایجاد آپ کی طرف سے تھا یعنی فاعلیت فاعل حقیقی اور ایجاد موجد حقیقی کے
سامنے آپ کا دست مبارک ایک واسطہ فیض اور آلہ ایجاد تھا گو اس مولیٰ قدیم کو
بغیر ان وسائط کے بھی بنانا آتا ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طور سے پانی
کا پیدا ہونا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ آپ کے دست مبارک
کی تاثیر سے ہوا اور ظاہر ہے کہ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کے معجزہ میں یہ خوبی نہیں
نکلتی بلکہ فقط ایک قدرتِ خدا ثابت ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کنوئیں میں آپ کے
تھوکنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا یا کچھ پڑھنے سے کھانے کا بڑھ جانا بھی آپ کے
کمالِ جسمی پر دلالت کرتا ہے اور قدرتِ خدا پر بھی دلالت کرتا ہے برخلاف حضرتِ
عیسےٰ علیہ السلام کے کہ ان کے واسطہ سے روٹیوں کا زیادہ ہو جانا فقط قدرتِ خدا
پر ہی دلالت کرتا ہے۔ حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا، ہاں
یہ مسلّم کہ حضرتِ موسےٰ اور حضرتِ عیسےٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے
ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ
سمجھا جاتا ہے مگر یہ بات تو دونوں جگہ یعنی حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام میں برابر موجود ہے اور پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال جسمی مزید برآں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے یونہی بیماروں کا اچھا ہو جانا اس قدر قابلِ وقعت نہیں جس قدر حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا فی الفور صحیح وسالم ہو جانا اور بگڑی ہوئی آنکھ کا آپ کے ہاتھ لگانے ہی اچھا ہو جانا قابلِ عزت وحرمت ہے کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے کہتے ہی بیماروں کو اچھا کر دیا، کچھ برکت جسمانی حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں کیونکہ اصل فاعل تو پھر بھی خداوندِ عالم ہی رہا لیکن بواسطہ جسمِ محمدی اس اعجوبہ کا ظاہر ہونا بیشک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا جسمِ مقدس منبع البرکات والفیوض ہے۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے یدِ بیضا کی خوبی میں کچھ کلام نہیں لیکن حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اصحاب کی چھڑی کے سر پر بطفیل جناب رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیری رات میں جب وہ آپ کی خدمت میں سے رخصت ہونے لگے، روشنی ہوگئی، وہ جانے والے دو شخص تھے جہاں سے راہ جدا ہوا وہاں سے وہ روشنی دونوں کے ساتھ ہو لی۔

اب خیال فرمائیے، دست مبارک موسوی علیہ السلام اگر جیب میں ڈالنے کے بعد بوجہ قرب قلب منور روشن ہوا تھا تو اول وہ نبی دوسرے نور قلب کا قرب و جوار جیسے بوجہ قرب ارواحِ اجسام میں ان کے مناسب حیات آجاتی ہے ایسے ہی اگر بوجہ قرب نورِ قلب دستِ موسوی میں اس کے مناسب نور آجائے تو کیا دور ہے، یہاں تو وہ دونوں صاحب نبی تھے نہ ان کی لکڑی کو قلب سے قرب وجوار نہ اخذِ فیض میں وہ قابلیت جو بدن میں بہ نسبتِ روح ہوتی ہے، فقط برکت صحبت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی جس کے باعث یہ خرقِ عادت ظاہر ہوتی تھی۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر بنی اسرائیل بپیدل ہی سمندر سے

گزر گئے تھے تو یہاں حبیبِ خدا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کے غلام علاء بن حضرمی صحابی رضی اللہ عنہ بمع لشکر پیدل سمندر طے کر گئے تھے۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص نے فتح مدائن کے وقت لشکر لے کر نہر دجلہ کو عبور کیا تھا۔ اب بھی ایسے موجود ہیں جو حضور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے پانی پر چلتے ہیں چونکہ سردارِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سمندر عبور کرنے کا موقع پیش نہیں آیا ورنہ ناممکن تھا کہ آپ حضرتِ موسےٰ علیہ السلام سے باحسن طریق نہ گزرتے۔ خاص کر اس حالت میں جبکہ آپ کے غلام گزر رہے ہیں۔

علی ہذا القیاس اگر بنی اسرائیل پر منّ وسلویٰ اترتا تھا تو یہاں بھی صحابہ کرام کو سمندر نے اس قدر بڑی مچھلی دی تھی کہ ایک ماہ برابر من وسلویٰ کا کام دیتی رہی نیز دست مبارک نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے طعامِ قلیل ولبنِ یسیر حدِ افراد کو پہنچ کر سینکڑوں کو سیر کر دیتا تھا جس کی تفصیل کتبِ حدیث بتلا رہی ہیں۔

غور کا مقام ہے کہ وہاں من وسلویٰ کا نازل ہونا اس میں کمال جسمی حضرتِ موسےٰ علیہ السلام کا ثابت نہیں ہوتا، صرف قدرتِ خدا ثابت ہوتی ہے، یہاں قدرتِ خدا کے علاوہ برکت نبوی اور کمالِ جسمی بھی حبیبِ خدا کا ظاہر ہوتا ہے، تفاوت ملاحظہ ہو۔

حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام اگر قدرتِ خدا سے اندھوں کو بینا کر دیتے تھے تو رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی علاوہ اس صحابی کو بینا کرنے کے جس کی آنکھیں سانپ پر قدم رکھنے کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھیں۔ اس مائی بے بصارت کو بھی صاحبِ بصارت بنا دیا تھا جس پر کفار نے یہ الزام لگایا تھا کہ بوجہ چھوڑنے عبادت لات و عزیٰ کے اندھی ہو گئی ہے اور لات وعزےٰ ہی نے اس کو اندھا کیا ہے۔

عیسےٰ علیہ السلام اگر غیب کی خبریں دیتے تھے تو پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر غیب کی خبریں دی ہیں کہ کسی اور نبی کی نہیں۔ کسی صاحب کو دعوےٰ ہو تو مقابلہ کر کے دیکھیں جن میں کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہیں مثلاً خلافت کا ہونا حضرت

عثمان اور حضرتِ حسین کا شہید ہونا اور حضرتِ حسن کے ہاتھ پر دو اعظم گروہ کا صلح ہو جانا، ملکِ کسریٰ در ملک روم کا فتح ہونا، بیت المقدس کا فتح ہو جانا، مردانیوں اور عباسیوں کا بادشاہ ہونا، نارِ حجاز کا ظاہر ہونا، ترکوں کے ہاتھ سے اہلِ اسلام پر صدمات کا نازل ہونا جیسا چنگیز خاں کے زمانہ میں ظاہر ہوا اور سوا ان کے اور بہت سی باتیں ظہور میں آچکی ہیں، ادھر باوجود امی ہونے کے اور کسی عالم نصرانی یا یہودی کی صحبت میں نہ ہونے کے وقائع انبیاء سابق کے احوال کا بیان فرمانا ایسا روشن ہے کہ سوائے متعصب اور ناانصاف کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ غرض جو کسی نبی و رسول کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلیٰ محبوبِ خدا کو ملا اور جو محبوب کو ملا وہ کسی کو نہ ملا

؎ حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پہلے مقدمہ کے مطابق کہ جو خرقِ عادت کسی امتی سے ظاہر ہو وہ حقیقت میں اس امتی کے نبی کا معجزہ ہے کیونکہ اس کی برکت اور اس کی اتباعِ کامل سے امتی کو یہ شرف ملتا ہے۔ آپ انبیائے کرام کے معجزات کو لے کر ایک طرف رکھیں اور حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی کرامات کو دوسری طرف تو یقیناً آپ کو کسی رسولِ سابق کا ایسا معجزہ نہ ملے گا جس کے مقابل حبیبِ خدا کے غلام کی کرامات بعینہٖ موجود نہ ہو جو کہ نفس الامر میں آپ کا معجزہ ہے، اس بنا پر بھی آپ انصاف فرمائیں تو واضح ہو جائے گا کہ قطعی طور پر ہمارے حضرت ہی سب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سردار اور پیشوا ہیں۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام بڑے نبی ہیں جنکو عیسائی و مسلمان تقریباً نصف کے قریب دنیا مان رہی ہے، انہوں نے مردے بھی زندہ کئے اور اندھوں کو بینا کیا، بیماروں کو بھی شفا دی، غرض بہت سے معجزے دکھائے مگر فرضِ منصب نبوت کا بنی اسرائیل پر کوئی معتد بہ اثر نہ ہوا حالانکہ آپ بنی اسرائیل کی مسلم کتابوں اور مسلم نبیوں کے جملہ دستورات و قواعد مذہبیہ میں کوئی تغیر بھی نہ کرنا چاہتے تھے جو رنج و عداوت کا

سبب مننین ہو سکے بلکہ طریقت و معرفت کے معلم تھے مگر بنی اسرائیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی کچھ اثر پذیر نہ ہوئی بلکہ ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پاکدامن پر بیہودہ الزامات لگانے کھڑی ہو گئی، وہ تو ان کے بارہ حواریوں پر بھی ان کی ہدایت کا اس وقت تک پورا سکہ نہ جما، ایک نے تو جس کا نام یہودا ہے، چند روپیوں کی خاطر اپنے آقا کو یہود کے ہاتھ گرفتار کرا دیا اور شمعون پطرس اعظم الحوارییّن جس کو آسمانی خزانوں کی کنجیاں بھی دی گئی تھیں، اس کا یہ حال یہ ہوا کہ بجائے جانثاری اور ایثار نفسی کے ایک عورت کے یہ کہنے پر کہ یہ بھی اسی کے ساتھیوں میں سے ہے شناخت کا بھی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں انہیں جانتا بھی نہیں۔

اس کے مقابلہ میں حبیبِ خدا حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام پر اپنی تعلیم کا جو سکہ بٹھا دیا تھا اس کی ایک نظر آپ کے سامنے بیان کی جاتی ہے کیونکہ صحابہ کی جانثاری اور ایثار نفسی کا مسئلہ موافق مخالف سب کے نزدیک مسلم ہے۔

جنگِ بدر میں جب ہزار کے قریب مکہ مکرمہ کے جنگجو اور قریش جن میں خود حضرتِ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل اور حضرتِ ابوبکر کے فرزند عبدالرحمٰن اور اسی طرح سب مہاجرین کے بہت ہی قریب قریب رشتہ دار تھے، کوئی ماموں کوئی بھانجا کوئی باپ کوئی بیٹا کوئی چچا کوئی بھتیجا کوئی خسر کوئی داماد کوئی بھائی تھا، ادھر مسلمانوں میں کچھ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ پھر بڑھے کمزور بھی تھے اور ہتھیار بھی سب کے پاس نہ تھے برخلاف قریشِ مکہ کے کہ ان میں منتخب لوگ مسلح ہو کر حضرت رسول اکرم اور ان کے ایمان لانے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں کی اس حالت میں بھی تین سو سے کچھ اوپر تعداد تھی۔

شروع لڑائی کے وقت کفار قریش نے انصار کی بابت پکار کر یہ کہا کہ یہ قریش کی تلواروں کی کیا تاب لا سکتے ہیں، ابھی بھاگ جائیں گے تو سعد بن عبادہ انصاری

سرفار نے للکار کر جواب دیا کہ ہم بنی اسرائیل نہیں کہ اپنے پیغمبر سے یوں کہیں کہ جا تو اور تیرا خدا لڑتے پھرو ہم تو آگے نہیں بڑھتے، اگر رسول اکرم ہم کو غوطہ مارنے کا حکم دیں تو ہم سب ابھی سمندر میں کود پڑنے کو تیار ہیں۔

پھر جب ابوجہل فرعونِ امت نے یہ طعنہ دیا کہ غیروں کو کیا مقابلے میں لاتے ہو اے محمد! اپنے لختِ جگروں کو پیش کرو، تو آپ نے حضرت علی اور حضرت حمزہ اور عبیدہ بن حارث کو آگے بڑھایا۔ الحاصل بھائی کے مقابلہ میں بھائی اور باپ کے بیٹا اور چچا کے بھتیجا ہو گیا اور مسلمانوں نے پوری جاں نثاری سے حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتحیاب کیا۔ اب خیال کیا جائے کہ وہ کیا نشہ تھا جو حضرت نے صحابہ کو پلا دیا تھا، وہی روحانی شراب تھی جس کے نشہ میں نہ ان پر کسی کی ہیبت و کثرت غالب آتی تھی نہ قرابت سدِّ راہ ہو سکتی تھی، اس کی کوئی شخص اصحابِ موسیٰ و عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام میں نظیر بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ الغرض سلسلۂ نبوت میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حضرتِ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر برکاتِ آسمانی اور فضائل و محاسن کا مالک تسلیم کیا جائے۔

بیانِ سابق کی تائید میں مناسب ہے کہ چند عیسائی مصنفوں کے اقوال پیش کیے جائیں کیونکہ ع اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

گاڈفری ہگنس اپنی کتاب میں گبن صاحب کی رائے ان الفاظ میں نقل کرتا ہے کہ چاروں خلفاء کے اخلاق و اطوار یکساں صاف اور ضرب المثل تھے ان کی سرگرمی دلدہی اخلاص کے ساتھ تھی، ثروت پا کر بھی انہوں نے اپنی زندگی مذہبی اور اخلاقی فرائض ادا کرنے میں گزار دی یہی وہ لوگ ہیں کہ جو پیغمبر کے اقتدار پانے سے اول بھی جبکہ وہ مصیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بن رہے تھے ان پر ایمان لائے۔ اس سے ان کی راستبازی معلوم ہوتی ہے اور دنیا کی سرسبز سلطنتوں کے مسخر کر لینے سے ان کی لیاقت کی فوقیت معلوم ہوتی ہے۔ (۲۱۹) اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں، جلاوطنی اختیار کی اور بڑی

سرگرمی سے پابندی کی یہ سب ایک ایسے شخص کی خاطر سے تھا کہ جس میں برائیاں ہوں اور اس کا مذہب ان کی تربیت اور ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی برخلاف ہو اس پر یقین نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خارج از حیطۂ امکان ہے، عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ نشہ ان کے معتقدوں کے دل میں پیدا کیا تھا کہ جس کا عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیرؤوں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ آپ کا مذہب اس تیزی سے دنیا میں پھیلا کہ جس کی دین عیسوی میں مثال نہیں چنانچہ نصف صدی سے بھی کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا تھا، جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے، ان کا دینی نشہ جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دئے۔ اگر بالفرض ان کو حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو آپ کی تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور استقلال سے آپ کے اوپر اپنے پیار ربانوں کو دھمکاتے برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان کے گرد اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر ان کو کل دشمنوں پر فتحیاب کیا۔

پھر گبن صاحب اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے مکہ کے پیغمبر نے بتوں انسانوں ستاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کر دیا کہ جو فانی اور طلوع و غروب ہونے والا ہے وہ قابل پرستش نہیں کیونکہ اس کو ہستی کی کسی بات کا اقتدار حاصل نہیں، اس نے بانی کائنات کا ایک ایسا وجود تسلیم کیا کہ جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے نہ وہ کسی شکل میں محدود نہ کسی مکان میں موجود نہ اس کی کوئی نظیر ہے۔ ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے ظاہر کیا اور ان کو اس کے پیرؤوں نے تسلیم کیا اور مفسروں نے دلائل سے ان کی تشریح کی جنکی نسبت ایک بڑے سے بڑا حکیم کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے موجودہ قوی اور عقل سے بھی بالاتر ہیں اس لئے ان کے پیرو ہندوستان سے لیکر مراکش تک موحد کے لقب سے مشہور ہیں، وہ اصول جنکی بنیاد عقل والہام پر ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے استحکام کو پہنچے، ریڈاور ڈیل کو بھی یہ کہنا پڑا محمد کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کو جہالت اور ذلت بت پرستی سے چھڑائیں اور ان کی

بڑی خواہش یہ تھی کہ امرِ حق یعنی توحیدِ الٰہی کا اُن کی روح پر بدرجۂ غایت مستولی تھی، اشتہار کریں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک عجیب نمونہ اس قوت وحیات کی تھی جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جس کو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہو جاتا ہے۔ اب اس میں سے جو کچھ نتیجے پیدا کیے جائیں ان کی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون کے سبب ان کو ان لوگوں میں تصور کرنا چاہیئے کہ جنکو ایمان اور اخلاق اور ابنائے جنس کی تمام حیات پر اقتدارِ کامل حاصل ہوتا ہے جو حقیقت میں بجز اولوالعزم کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

لارڈ ولیم میور متعصب عیسائی کو بھی انصاف نے اس کہنے پر مجبور کیا ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ کے لئے اکثر توہمات کو معدوم کر دیا اسلام کے رو برو بت پرستی مٹ گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور قدرتِ کاملہ کا مسئلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسا کہ حضرت محمد کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام کی پہلی بات جو خاص اسلام کے معنیٰ میں ہے، یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیئے، بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں برادرانہ محبت رکھیں، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک رکھیں، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آئیں، نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے، مذہبِ اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

لارڈ ولیم میور اپنی کتاب سیرتِ محمدیہ میں دوسری جگہ لکھتا ہے، ایک زمانۂ نامعلوم سے مکہ اور جزیرہ عرب کی روحانی کیفیت۔ بالکل بے حس وحرکت ہو گئی تھی، تمام عرب توہمات اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے، یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوہ کو بیاہ لیتا تھا، ان کے غرور وافلاس سے ان میں رسمِ دختر کشی بھی جاری تھی، ان کا مذہب حد درجہ کی بت پرستی کا تھا اور ان کا ایمان ایک مسبب الاسباب، مالک علی الاطلاق پر نہ تھا، قیامت اور جزا وسزا

جو فعل یا ترکِ فعل کا باعث ہو، اس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ ہجرت سے تیرہ برس پہلے (یعنی اظہارِ نبوت سے پیشتر) مکہ مکرمہ ذلیل حالت میں بے جان پڑا ہوا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا اثرِ عظیم پیدا کیا کہ سینکڑوں آدمیوں نے بتوں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور حسنات وخیرات و پرہیزگاری اور انصاف ان کا طریقہ ہو گیا اور انہیں شب و روز قادرِ مطلق کی قدرت کا خیال رہنے لگا اور سمجھنے لگے کہ وہ ہی رازق ہمارے ادنیٰ حوائج کا بھی خبرگیراں ہے۔ اس تھوڑے عرصہ میں مکہ اس عجیب تاثیر کے سبب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا، اس کے بعد ایک سو مرد و عورت اپنے عزیز ایمان کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے، پھر اس سے زیادہ آدمی اور خود نبی بھی اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے، یہاں بھی اس عجیب تاثیر نے ان لوگوں کے لئے ایک ایسی برادری قائم کر دی جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو تیار ہو گئے، مدینہ کے باشندوں کے اگرچہ مدت سے یہود کی حقانی باتیں کانوں میں پڑی ہوئی تھیں مگر وہ بھی اس وقت تک خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہوئے جب تک کہ نبی عربی کی پُرتاثیر اور روح کو کپکپا دینے والی باتیں ان کے کانوں میں نہ پڑی تھیں، اب وہ بھی ایک نئی اور سرگرم زندگانی کا دم بھرنے لگے۔

ان مصنفوں کے سوا بہت سے فرنچ اور جرمنی فاضلوں نے ان سے بھی زیادہ شہادت ادا کی ہے اور بڑی تفصیل سے اپنے بیان کو مدلل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کمالات و برکات اور اخلاق حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام میں پائے جاتے ہیں وہ اور کسی نبی اور اس کے ساتھیوں میں نہیں۔

حضرتِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت سب انبیاء کرام اور ملائکہ عظام پر ثابت کرنے سے ہماری غرض نعوذ باللہ توہینِ انبیاء و تنقیصِ رسل نہیں ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ کیا یہ جماعت برگزیدگان درجہ و رتبہ میں مساوی ہے یا کہ ان میں بھی بلحاظ کمالات و برکات تفاوت ہے۔ جہاں تک قرآن مجید، احادیثِ شریفہ اور واقعاتِ خارجیہ نے ہماری رہنمائی کی ہے،

بنظرِ تحقیق و تدقیق واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حضرات سے کمالات و برکات اور اخلاق و حسنات میں اعلیٰ و افضل ہیں چنانچہ مخالفینِ اسلام بھی اپنی کتب میں اسی امر کے واقعات کے دیکھنے سے صحیح شہادت دینے پر مجبور ہوئے ہیں، عقائدِ اہلِ سنت والجماعت کے مطابق سب حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نورٌ علیٰ نور اور واجب التعظیم ہونے کے علاوہ ہمارے مقتدا و پیشوا ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی یا بے ادبی یا توہین و تنقیص کا جائز رکھنا موجب لعنتِ خداوندی اور خسران و ذلت ہے اور ان کی اتباع، ان کی محبت، ان کی عقیدت باعثِ خوشنودیٔ رب العالمین ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بنی آدم کے سردار کا اپنا مرتبہ ہے اور دیگر حضرات کا اپنا درجہ، اس کے فضائل و محاسن جدا ہیں اور ان کے برکات و حسنات جدا ہیں۔

انبیائے کرام نفسِ نبوت و رسالت من حیث ہی ہی کے درجہ میں سب مساوی ہیں کیونکہ نبوت کلی متواطی ہے جس کا صدق تمام افراد پر یکساں ہے اس اعتبار سے یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں نبی میں نبوت زیادہ ہے اور فلاں میں کم یا فلاں رسول میں رسالت کامل ہے اور فلاں میں ناقص، ہاں نفسِ نبوت کے ساتھ مطابق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ نبویہ کمالات و خصوصیات اور مراتب و کمالات میں سلسلۂ رسل و انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات متفاوت ہے، بعض کے حق میں صرف رسل اور بعض کی شان میں اولوالعزم رسل پکارا گیا بعض کو رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور بعض کو اٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا سے یاد کیا گیا، بعض کو زبور اور بعض کو بیّنات دیکر فخر بخشا گیا بعض کو تکلم کا شرف اور بعض کو مراتب و مدارج کی ترقی کا تمغہ دیا گیا تو گویا نفسِ نبوت و رسالت کے ساتھ سب حضرات اس طرح کے کمالات و کرامات میں مختلف ہیں اور اسی بناء پر ان میں تفاضل بیان کیا جاتا ہے جس کو علمائے متقدمین و متاخرین، سلف و خلف ہر زمانہ میں برابر ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔

انبیاء کرام اوصافِ حسنہ اور اخلاقِ حمیدہ سے موصوف ہیں اور فضائل و کمالات سے مزین ہونے کے علاوہ ہمارے رہنما اور واجب التعظیم بزرگ ہیں لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سب حضرات ایک نہ ایک صفتِ خاصہ سے خاص طور پر ممتاز و مشہور تھے، حضرت داؤد

سلیمان نعمت پر شاکر مشہور تھے تو حضرتِ ایوب بلاؤں پر صبر کرنے میں ممتاز تھے، حضرتِ یوسف شکر و صبر سے معروف تھے تو حضرتِ موسیٰ معجزاتِ قاہرہ کے مالک تھے، حضرتِ اسمٰعیل صدق و صفا کے صاحب تھے، ان حضرات پر فضائلِ حمیدہ و فضائلِ برگزیدہ میں سے ایک ایک صفت خاص جو غالب تھی وہ سب اوصاف خدا کے حبیب ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کلی طور پر موجود تھے، قرآنِ مجید ان الفاظ میں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اسی مضمون کی تشریح فرما رہا ہے کیونکہ نبی کریم حبیبِ خدا کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اس جماعت برگزیدہ کے فضائل و شمائل میں اقتدا کریں چنانچہ آپ کے کئی اور واقعات سے معائنہ کرا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب اوصافِ جلیلہ و اخلاقِ جمیلہ کے حاوی تھے جو کہ دیگر حضرات میں فرادی طور پر جمع تھے اس لئے آپ کو سید المرسلین امام النبیین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
